فضا مہکنے لگی

شازیہ مصطفیٰ

PRIME URDU NOVELS

"دیکھئے بابا آپ، میں مجبور تھا اور یہ برا تو نہیں کیا؟" وہ حسن احمد سے مسلسل بحث میں مصروف انہیں منانے کی بھی کوشش کررہے تھے۔

"تمہارا باپ مر گیا تھا یا تمہاری ماں۔" وہ غضب ناک انداز میں دھاڑ رہے تھے۔ ذکیہ تو لرز رہی تھیں کب سے دونوں باپ بیٹا بحث میں لگے ہوئے تھے۔

"بابا اس وقت میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کروں؟ ایک دکھی اور بیمار انسان کی بیٹی نے عزت رکھ لی کیا برا کیا۔" شہریار اتنے افسردہ اور غمگین ہورہے تھے، حسن احمد کے ایسے درشت رویے پر جو اس وقت صرف اپنی عزت کا سوچ رہے تھے۔ اس لڑکی کی عزت کا نہیں سوچ رہے تھے جو سارے زمانے میں رسوا ہوجاتی، اس کا گناہ کوئی ایسا تو نہیں تھا، لڑکے نے عین نکاح کے وقت اپنی شرائط رکھ دی تھیں ہر کوئی سوچ میں پڑ گیا تھا اور خود ونیزہ کے چچا بھی سوچ میں پڑ گئے تھے۔ ان کے مرحوم بھائی کی اولاد تھی جسے انہوں نے اپنی اولاد کی طرح سینے سے لگا کے پالا تھا۔

"میں تمہاری ایسی شادی کو نہیں مانتا، یہاں بھول کے بھی نہیں لے کے آنا اپنی بیوی کو۔" وہ یہ کہہ کر روم سے ہی نکل گئے۔

"ٹھیک ہے جب میری بیوی کے لیے اس گھر میں جگہ نہیں تو میں بھی نہیں رہوں گا۔" شہریار نے اپنا کوٹ اٹھایا۔

"نہیں شہریار، میرے بچے ایسے نہیں بولو۔" ذکیہ تو ماں تھیں ان کی دو ہی اولادیں تھیں شہریار اور دوسرا اسحق جو امریکہ میں زیر تعلیم تھا، اسے تو یہاں کے حالات کا کچھ نہیں پتہ تھا۔

"ذکیہ اسے روکنے کی ضرورت نہیں...... ایسی خود مختار اولاد کی مجھے ضرورت بھی نہیں۔" حسن احمد پلٹ کے واپس آئے۔

شہریار نے افسردہ اور مایوس نگاہوں سے اپنے بابا کو دیکھا جو اصولوں سے ذرا خلاف نہیں جاتے تھے۔ مگر یہاں بات اصول کی نہیں اس کی زندگی اور عزت کی تھی۔ اگر انہوں نے اس کا خیال کیا تو کیا برا کیا تھا۔

"ایسے تو نہیں بولیے اس کی اتنی سی غلطی کی ایسی سزا تو نہیں دیں۔"

"اتنی سی غلطی...... ارے پورے خاندان اور آفس میں میری ناک کٹوادی۔" وہ آگ بگولہ ہورہے تھے۔

"شیرازی کی بیٹی سے میں نے اس کا رشتہ پکا کیا تھا۔ کیا یہ بھول گیا تھا۔" شہریار سر جھکائے نادم مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔ وہ مزید کیا بولتے۔ شیرازی کی بیٹی کو وہ کب پسند کرتے تھے بس بابا کے فیصلے کے آگے سر جھکا دیا تھا۔

"اس سے کہو دفع ہوجائے، میرے سامنے شکل لے کے نہیں آئے۔" شہریار پھر رکے نہیں، تیزی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتے نکل گئے، احمد کی دھاڑ نے انہیں روک دیا۔

وہ اپنے درد سے پھٹتے سر کے ساتھ اندر آئے تھے، وہ انہیں دیکھ کر اندر جانے لگی۔

"ایک تم نے ڈرامہ لگا رکھا ہے آخر چاہتی کیا ہو؟" ان کا غصہ ونیزہ پر اترا اور وہ سہم کے صوفے میں ہی دھنس گئی۔ شہریار کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں وہ بہت الجھے

السلام علیکم

ہمیں اپنے نئے بلاگ (ویب سائیٹ) کے لئے رائٹرز کی
ضرورت ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی ممبر ناول، افسانہ،
ناولٹ لکھنا چاہے تو ہم سے کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔ اپنی تحریر
اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی
کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتہ کے
اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ہمیں
ای۔میل کریں یا ان بکس میں میسج کریں۔

شکریہ

Email Address: - aatish2kx@gmail.com

بکھرے ہوئے تھے۔ بابا کی ناراضگی اور غصہ اور اس لڑکی کے نخرے آخر کیا برداشت کریں۔

"کب تک روتی رہوگی۔" انہوں نے اس کا نرم و نازک بازو اپنے آہنی شکنجے میں لیا' وہ سی کر کے کراہنے لگی۔

"ایک بار ہی مار ڈالیں۔" وہ چیخی۔

"بکواس نہیں کرو' پلیز میری پریشانیوں کو نہیں بڑھاؤ' میں بہت پریشان ہوں۔" وہ روہانسا ہو کر اپنا سر تھامنے لگے' ونیزہ کا بازو چھوڑ دیا تھا۔ وہ خود کو بہت تنہا محسوس کررہے تھے۔ واصق بھی یہاں نہیں تھا ورنہ وہی معاملہ سنبھال لیتا۔

"میری وجہ سے پریشان ہیں...... آپ کے والد نے آپ کو نکال دیا' مجھے بہو قبول نہیں کررہے۔" وہ سب جانتی تھی' کیونکہ یہ سب اس نے دریبا کے منہ سے سنا تھا۔ شہریار اسے رخصت کروا کے اپنے ذاتی فلیٹ پر لائے تھے۔ ونیزہ کو یہی دکھ مارے ڈال رہا تھا' اسے اس کے سسرال والے کبھی قبول نہیں کریں گے' وہ ان کے برابر کی نہیں تھی۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔" وہ اس کی سہمی ہوئی صورت دیکھ کر نرم پڑے۔ اس میں ونیزہ کا کیا قصور؟ وہ تو کسی اور کے ساتھ رخصت ہو رہی تھی' اسے کیا خبر تھی اس کا نصیب شہریار احمد کے ساتھ لکھا ہے۔

"آپ مجھے چھوڑ دیں' واپس اپنے والدین کے پاس چلے جائیں۔" وہ رونے لگی۔

"جسٹ شٹ اپ' حلیہ درست کرواور اندر آؤ فوراً۔" وہ اسے حکم دے کر اندر بیڈروم میں چلے گئے۔

اسٹائلش فرنشڈ فلیٹ تھا' کسی بھی چیز کی یہاں کمی نہیں تھی۔ مگر ان سب سے بھی ونیزہ کو کوئی خوشی نہیں مل رہی تھی۔ پندرہ دنوں میں اس کی زندگی کیا سے کیا ہوگئی تھی۔ کتنی بدنصیب تھی دنیا میں آئی ماں چلی گئی' جب ہوش سنبھالا باپ کا سائبان بھی اٹھ گیا اور وہ چچا کے پاس آ گئی' انہوں نے اپنے بچوں کی طرح اسے رکھا تھا۔

دریبا اسکول آف ہوتے ہی یہاں چلی آئی تھی۔ اسے خبر تھی ونیزہ نے اپنا برا حال کیا ہوا ہوگا۔

"پلیز آپ انہیں سمجھائیے اس طرح کیسے چلے گا؟" شہریار بہت بیزار اور تھکے ہوئے لگ رہے تھے۔ شوکنگ پنک کپڑوں میں وہ سادہ سے حلیے میں بیٹھی مغموم لگ رہی تھی۔

"آپی جو ہوا ختم کریں' اس پر رونا۔" وہ سمجھانے لگی۔

"ایسے کیسے کہہ رہی ہو میں ناپسندیدہ بن کے زندگی نہیں گزار سکتی۔"

"کس نے کہا آپ ناپسندیدہ ہیں۔" دریبا نے ایک نظر شہریار پر بھی ڈالی' شاید انہوں نے ونیزہ کو کچھ کہا ہو۔

"کسی کے کہنے سے کیا...... ان کے والد تو مجھے ساری زندگی قبول نہیں کریں گے۔" وہ رونے لگی۔

"شہریار بھائی آپ کو پہلے اپنے والد صاحب کو منانا چاہیے تھا پھر ہی آپی کو لے کے جاتیں۔"

"دریبا آپ جانتی ہیں یہ شادی کن حالات میں ہوئی ہے' پھر بھی آپ ایسی بات کہہ رہی ہیں۔" اسے دریبا کی بات پر افسوس ہوا۔

"ساری شرائط میں نے آپ کی مانیں حتیٰ کہ مہر بھی میں نے آپ کا مقرر کردہ رکھا' پچاس لاکھ۔" اس نے جتایا۔ مہر رکھنے کے وقت دریبا نے ہی یہ نکتہ اٹھایا تھا اسے خبر تھی امیر لوگوں کی اولادیں دل بہلا کے بیویاں چھوڑ دیا کرتے ہیں' کم از کم ونیزہ کے فیوچر کے لیے تو کچھ ہو۔

"یہ آپ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے بڑی بات تو یہ ہے کہ ونیزہ آپی کو آپ کے گھر میں بہو کی طرح قبول کیا جائے۔" اس نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

"میں کوشش میں ہوں اور پھر میں یہ کہتا ہوں جب میری بیوی کے لیے اس گھر میں جگہ نہیں تو میں بھی اس گھر میں نہیں جانا چاہتا۔" شہریار کا دل بھی خراب ہوگیا تھا بابا جان کے ایسے سخت گیر رویہ کی وجہ سے' اس نے خود کو ان کے معاملات سے دور ہی رکھنے کا سوچ لیا تھا۔

"ساری زندگی آپ کے والدین مجھے کوسیں گے' میں

نے ان کا بیٹا چھین لیا۔" ونیزہ نے ایک اچٹتی نگاہ ڈالی۔

شہریار کو یہ لڑکی جانے کیوں یک دم اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ اسے چھونا چاہتے تھے' چاہنا چاہتے تھے' اس کی محبت پانا چاہتے تھے تاکہ وہ بھی سارے دکھ و غم بھول کے اپنی نئی زندگی شروع کریں۔ وہ افسردہ نہیں رہنا چاہتے تھے۔ اسے خبر تھی' اس کے بابا ایک دن اسے معاف کر ہی دیں گے' انہیں غصہ یہ تھا کہ نکاح کرنے سے پہلے انہیں بتایا کیوں نہیں یا پھر یہ غصہ تھا شیرازی کی بیٹی سے انہوں نے رشتہ کردیا تھا۔ دریبا سے اس کی کافی دیر بات ہوتی رہی تھی' پھر انصر علی اسے لینے آ گئے تھے۔

"کیسی ہے میری بیٹی۔" انہوں نے ونیزہ کو ساتھ لگاتے پیار کیا' اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

"آپ کی بھتیجی تو ہر وقت ہی رونے کو تیار رہتی ہیں۔" شہریار کو اب کوفت ہونے لگی تھی۔

"یہ اگر رونے کو تیار رہتی ہے تو آپ کس لیے ہیں' ہم نے تو بہت امیدوں کے ساتھ اپنی بہن دی ہے یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپی کی آنکھوں سے آنسو کب ختم کرتے ہیں۔" دریبا بہت جتا کے گویا ہوئی۔ ساتھ اس کے لہجے میں جیسے چیلنج تھا۔

"میں تو ہر ممکن کوشش کررہا ہوں۔" وہ خفیف سے ہوئے۔

"شہریار بیٹا آپ اتنا پریشان نہیں ہوں' سب ٹھیک ہوجائے گا۔" انصر علی اسے تسلی دینے کے بعد ذوق بھرے لہجے میں بولے۔

انصر علی اور دریبا کے جانے کے بعد شہریار رات کے کھانے کے لیے کچھ لینے چلے گئے اور ونیزہ اپنا منہ دونوں بازوؤں میں چھپائے بیٹھی تھی اسی دوران شہریار کے سیل پر بپ ہونے لگی وہ چونکی۔ اطراف میں نگاہیں دوڑائیں بپ کدھر سے ہو رہی تھی' اسے سیل کچن کے کاؤنٹر پر رکھا مل گیا۔

پتہ نہیں کس کا نمبر تھا۔ ونیزہ شش و پنج میں مبتلا ہوگئی ریسیو کرے یا نہیں۔ اس نے سیل وہیں چھوڑ دیا۔ بپ مسلسل ہوئے جارہی تھی۔ اتنے میں شہریار بھی آ گئے۔

"چلیے یہ رونا دھونا ختم کریں اور کھانا لگائیے مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" انہوں نے سارے شاپرز کاؤنٹر پر رکھ کر اسے حکم دیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" ٹکا سا جواب دیا۔

"محترمہ آپ کو بھوک نہیں ہے مگر مجھے تو ہے۔" لہجہ معنی خیز اور شرارتی بنایا تو وہ جھینپ گئی۔ دوبارہ بپ ہوئی اور جھٹ سے شہریار نے ریسیو کرلیا۔

"اوہ تم ہو...... کیسے ہو؟"

"مجھے چھوڑیئے یہ بتائیے اتنا کچھ ہوگیا' مجھے تو بتاتے پلیز۔" دوسری طرف واصق تھا' وہ تو ناراض ہی ہونے لگا۔

"اس یار چھوڑو' تمہیں بھی بتا کے کیا کرتا۔" وہ صوفے پر ٹیک لگا کے بیٹھ گئے' ونیزہ شاپرز سے چکن تکہ' کباب وغیرہ پلیٹوں میں نکالنے لگی۔ اسے شہریار کی آواز نہیں آرہی تھی مگر اسے یہ پتہ چل گیا تھا شہریار کے بھائی کی کال ہے' شہریار سے ابھی تک اس کی بے تکلفی نہیں تھی جبکہ وہ ونیزہ سے باتیں کرنا چاہتا تھا مگر وہ انہیں موقع ہی نہیں دیتی تھی۔

❀......❀......❀

دونوں کی شادی کو دو ماہ ہوگئے تھے اور شہریار مسلسل گھر پر ہی تھے۔ آفس بھی نہیں جارہے تھے۔ اسے ان سب باتوں کا علم تھا اور ساری خبریں ذکاء دے رہا تھا' حسن احمد بہت گھبرائے ہوئے اور پریشان تھے۔ واصق کو بھی جلد ہی پاکستان آنے کا کہہ دیا تھا' ان سے اتنا بڑا بزنس خود سے نہیں سنبھل رہا تھا۔ سب کچھ تو شہریار دیکھتے تھے۔ حسن احمد صرف چکر لگاتے تھے یا پھر آفس میٹنگز میں شرکت کرتے تھے۔

"سر...... بڑے سر بہت پریشان ہیں' دو تین ڈیلنگ بھی کینسل کردی ہیں۔" ذکاء اس کے پاس چلا آیا تھا۔

"یار میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" وہ بہت مجبور اور بے بس تھے۔

"سر...... میں نہیں چاہتا آپ کا بزنس خسارے میں جائے' بہت لاس ہو رہا ہے۔ عاشی اینڈ کو کی بھی ڈیلنگ

PRIME URDU NOVELS

کینسل کررہے ہیں‘ کیونکہ اس کے بارے میں سر کو کچھ نہیں پتہ ہے اور خود سے نئی ڈیلنگ کررہے ہیں۔“

”اوہ...... یہ تو بہت برا ہوگا‘ بابا بھی بالکل سوچتے سمجھتے نہیں! سنو میں جو بھی کروں گا خاموشی سے‘ میرا نام بالکل نہیں آئے سمجھے۔“ شہریار یہ نہیں چاہتے تھے حسن احمد کو کچھ پتہ چلے‘ وہ اپنے بڑھتے ہوئے بزنس کو یوں ڈوبتے تو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

”اوکے سر۔“ ونیزہ چائے اور لوازمات کی ٹرے لیے چلی آئی تھی۔ ونیزہ ٹرے رکھ کر جاچکی تھی‘ شہریار گہری سوچ میں تھے۔ ذکاء چلا گیا تھا اور وہ ادھر ادھر کالز میں لگ گئے۔ لیپ ٹاپ بھی کھولے بیٹھے تھے۔ ونیزہ کو بوریت سے کوفت ہونے لگی‘ شہریار نے پچھلے چار پانچ گھنٹوں سے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کی جانب توجہ دی تھی۔

”کچھ کہنا ہے۔“ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نگاہیں مرکوز کیے ونیزہ کو مخاطب کیا۔

”مجھے چچا جان کے گھر جانا ہے۔“ وہ فوراً ہی مڑی تھی۔

شہریار اس کی جانب مکمل طور پر متوجہ ہوگیا تھا۔ بلیک پرنٹڈ کپڑوں میں سرخ وسپید رنگت دمک رہی تھی۔ الجھے بکھرے بال چہرے پر پڑے تھے۔

”کبھی خود پر توجہ بھی دے لیا کریں‘ کب سے گیسو دراز نہیں سنوارے۔“ وہ مسکرائے۔

”جی کل ہی تو بنائے تھے۔“ وہ گڑبڑائی۔

شہریار صوفے سے ٹیک لگا کے اسے ہی بغور دیکھنے لگے۔ ونیزہ اس کی آنکھوں سے الجھنے لگتی تھی۔ نگاہوں میں خمار اور پیار کا رنگ بہت واضح ہوتا تھا۔

”آج بھی بنائے جاسکتے ہیں‘ کپڑوں کی بھی آپ کے پاس کمی نہیں...... ہر چیز میں نے آپ کو مہیا کی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ اپنا آپ بھی مگر پتہ نہیں کیوں آپ ان سب کو اگنور کیے ہوئے ہیں۔“ لیپ ٹاپ بند کیا‘ گرے قمیص شلوار میں ان کا اونچا لمبا قد اس کے مقابل تھا۔ ونیزہ جھینپ کے دو قدم پیچھے ہوئی۔

”مجھے چچا جان کے گھر جانا ہے۔“ وہ پھر اپنا مدعا بیان کرنے لگی۔

”جی میں نے سن لیا ہے پہلے میں آپ کا جائزہ لے لوں‘ کہاں کہاں کمی ہے۔“ وہ معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے اس کے قریب آگئے۔ ونیزہ کا دل دھک دھک کرنے لگا‘ شرم وحیا سے کانوں کی لوئیں تک سرخ ہوگئیں۔

”کیا مطلب......؟“ وہ پیچھے ہوئی۔

”مطلب مجھے سمجھانا ہی پڑے گا۔“ انہوں نے اس کی نازک کلائی اپنے مضبوط ہاتھ میں محبت سے تھام لی۔

”دیکھو تم اپنا اور میرا وقت ضائع کررہی ہو اتنا پیارا ہینڈسم شوہر تمہیں ملا ہے اس کی قدر ہی نہیں کررہی......“ شہریار کی شرارتوں میں اضافہ ہونے لگا اور اس کا دل ڈھک ڈھک کرنے لگا‘ ان کی آنکھوں میں خمار اور لہجہ بھی ترنگ لیے ہوئے تھا۔

”چھوڑیے مجھے......“ وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کرنے لگی‘ مگر شہریار اس کے نزدیک سے نزدیک تر آگئے۔

”کیوں مجھ پر اعتبار کرنا نہیں چاہتی کیا‘ اتنا برا ہوں‘ جو تم میرے قریب آنے پر اپنی توہین سمجھتی ہو۔“

”ایسی بات نہیں ہے‘ مجھے اپنی قسمت پر اعتبار نہیں‘ یہ کبھی بھی میرے ساتھ اچھی نہیں رہی...... مجھے اس قسمت نے کچھ نہیں دیا۔“ وہ افسردہ اور مغموم سے لہجے میں بولی۔

”قسمت تمہاری بہت اچھی ہے‘ دیکھو اتنا محبت کرنے والا شوہر ملا ہے۔“

”صرف مجبوری کا سودا نبھا رہے ہیں‘ آپ اور میں‘ ساری زندگی سر اٹھا کے نہیں جی سکتے‘ کیونکہ مڈل کلاس لڑکیوں کی زندگی میں آپ جیسے اپر کلاس کے مرد نہیں آتے۔“

”فلسفہ تو اچھا ہے ویسے ہو بڑی چالاک‘ خود کو لڑکی اور مجھے مرد کہا۔“ وہ مذاق میں اس کی بات اڑانے لگے‘ ونیزہ کھسیا کے رہ گئی‘ وہ کوئی بھی بات اور ان حالات کو سنجیدگی

سے کیوں نہیں لے رہے تھے۔

”جاؤ تیار ہو جاؤ پھر چلتے ہیں۔“ بہو نے مسکرا کے اس کے دونوں ہاتھوں کو چوم لیا وہ کسمسا کے رہ گئی۔

❀......❀......❀

”امی اتنی بڑی بات آپ نے مجھ سے چھپا کے رکھی اور وہ بھائی انہیں دیکھیں کہہ رہے ہیں میری فکر چھوڑ دو۔“ واصق امریکہ سے واپس آگیا تھا‘ یہ اس کا آخری سال تھا‘ اسے اس سال کے اینڈ میں آنا تھا مگر وہ حالات سن کے جلدی واپس آگیا تھا۔

”تمہارے بابا نے سختی سے منع کیا تھا کہ میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں۔“ وہ رو رہی تھیں‘ شہریار کو ہر وقت یاد کرتی رہتی تھیں مگر چھپ چھپ کے روتی تھیں‘ حسن احمد کے غصہ کی وجہ سے وہ اندر ہی اندر گھل رہی تھیں۔

”مجھے تو ذکاء نے فون پر بتایا...... بزنس کا بھی کتنا نقصان ہو رہا ہے کیونکہ بھائی ہی کو سب کاروباری امور پتہ ہیں۔“ وہ اتنا پریشان اور تفکر زدہ تھا سمجھ نہیں آرہا تھا حالات کو کہاں سے سمیٹنا شروع کرے‘ دو دن پہلے ہی وہ آیا تھا‘ ذکیہ بیگم کی طبیعت خراب تھی وہ ان میں لگ گیا۔ اس لیے ابھی تک شہریار کی طرف گیا ہی نہیں تھا۔

”وہ تو اپنی انا کو لے کر بیٹھے ہیں‘ اس نے اگر کسی لڑکی کا ایسے وقت پر ہاتھ تھام لیا تو کیا برا کیا‘ کسی لڑکی کی عزت ہی بچ گئی‘ کیا برائی ہے پڑھی لکھی لڑکی ہے۔“

”آپ ملی تھیں۔“ واصق نے انہیں دوا دی‘ پانی کا گلاس لے کر ان کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

”دیکھا تو نہیں ہے شہریار مجھے بتا رہا تھا۔“ وہ اپنی بہو سے ملنے کے لیے بے چین تھیں سارے ارمان بھی نکالنا چاہتی تھیں مگر حسن احمد کی وجہ سے خاموش ہو کے بیٹھ گئی تھیں۔

”تم کب جاؤ گے شہریار کے پاس۔“ چھ ماہ ہوگئے تھے بیٹے کی صورت اور آواز کو ترس گئی تھیں وہ۔ ماں تھیں اپنی ممتا کا تو گلا نہیں گھونٹ سکتی تھیں۔

”آج شام میں جاؤں گا‘ ذکاء سے پوچھ لیا ہے وہ کس فلیٹ میں ہیں۔“

”تمہارے بابا کو خبر نہیں ہو۔“ وہ ڈر رہی تھیں۔

”امی آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بابا مجھ پر کم از کم پابندی نہیں لگا سکتے اور آپ دیکھنا بابا خود کہیں گے‘ بھائی کو اس گھر میں آنے کو۔“ واصق کا لہجہ پر اعتماد اور وثوق بھرا تھا۔ وہ ارادہ باندھ کے آیا تھا کہ وہ اپنے بھائی اور بھابی کو اس گھر میں لا کے رہے گا۔

”آپ آرام کریں میں جب تک فریش ہولوں۔“ وہ ان کے روم کا دروازہ بند کر کے باہر آگیا۔ اسے پہلے آفس کا بھی چکر لگانا تھا۔ بابا کا حکم تھا جبکہ وہ شہریار کے بغیر اس آفس میں بیٹھنا تک نہیں چاہتا تھا۔

......☆☆☆......

بلیک پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ میں ملبوس لمبا چوڑا سرخ وسپید واصق خوشبوؤں میں بسا لفٹ کی سائیڈ پر آگیا۔ اس نے اپنا دوپٹہ شانوں پر برابر کیا اور سمٹ کے ایک طرف ہوگئی۔ لفٹ ابھی بزی تھی۔ وہ بھی ویٹ کرنے لگی۔

”کتنا پرفیوم لگایا ہوا ہے‘ خوب صورت اور ڈیشنگ بھی ہے‘ آہ ہمارے نصیب میں ایسے خوب صورت لوگ کہاں ہوسکتے ہیں؟ ونیزہ آپی کو ملا بھی تو مگر وہ سب کچھ نہیں ملا جو ہر لڑکی کا خواب ہوتا ہے‘ سارے امیر لوگ اتنے خوب صورت ہی کیوں ہوتے ہیں‘ اسے دیکھ کر ہی لگ رہا ہے کافی امیر کبیر ہوگا‘ خوشبو بھی بہت اعلیٰ لگائی ہوئی ہے۔“ اس کا ذہن سوچے جارہا تھا جبکہ واصق کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ اسے نوٹ کررہا ہے وہ فوراً جھینپ گئی۔

”اس مردود لفٹ کو اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے نیچے آنے میں۔“ وہ تاثر ایسے دینے لگی جیسے وہ کوفت میں مبتلا ہو۔ لفٹ نیچے آگئی تو وہ آگے بڑھی واصق بھی بڑھا دونوں کا شانہ ٹکرایا۔

”میڈم آرام سے اتنی جلدی بھی کیا ہے۔“ واصق نے بروقت خود کو سنبھالا جبکہ وہ لفٹ کی دیوار سے لگ گئی۔

”مجھے واقعی جلدی ہے‘ آپ بعد میں جائیے گا۔“

اسے لفٹ کے اندر اس کے ساتھ جاتے ہوئے گھبراہٹ محسوس ہوئی۔

"آپ کو کون سے فلور پر جانا ہے؟" وہ اس لڑکی کے گھبرانے پر مسکرایا' بڑی پرکشش لگ رہی تھی۔ پنک ٹراؤزر پر بلیو پرنٹڈ قمیص دوپٹہ میں اس کا سراپا خاصا دلکش لگ رہا تھا۔

"مجھے سیکنڈ پر جانا ہے۔" بیگ شانوں پر سیٹ کیا۔

"مجھے بھی اتفاق سے وہیں جانا ہے۔" واصق نے لفٹ کا بٹن پش کردیا۔

"ذرا تمیز نہیں ہے کسی لڑکی سے بات کرنے کی۔"

"میڈم میں نے آپ سے کوئی بدتمیزی نہیں کی ہے بلکہ آپ ہی میرا جائزہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے لے رہی تھیں۔" وہ تو شرمندہ ہوگئی۔

"آپ یہاں کیا کررہے ہیں؟" اس نے بیل پر ہاتھ رکھا اور وہ حیران و پریشان ہوگئی۔

"میں اپنے بھائی کے گھر آیا ہوں' یہ آپ پوچھنے والی کون ہیں؟" ڈور کھل چکا تھا۔

"واصق تم۔" شہریار اسے دیکھ کر خوشی سے اچھلے اور گلے سے لگالیا۔ دربیا نے حیرت وانبساط میں مبتلا ہو کے ان دونوں کو دیکھا۔ وہ سیدھی اندر چلی گئی۔

"آپ سے میں سخت ناراض ہوں...... پہلے یہ بتایئے بھابی کہاں ہیں۔" وہ اندر کی طرف بڑھا۔ شہریار مسکراتے ہوئے دونوں کا تعارف کرانے لگے۔

❁......❁......❁

"امی مبارک ہو آپ دادی جان بننے والی ہیں۔" واصق نے دوسرے دن ناشتے کی ٹیبل پر خوش ہوتے ہوئے بتایا۔

"کیا سچ؟" ذکیہ بیگم تو فرط مسرت سے دونوں ہاتھ اوپر کرکے خوشی سے شکر ادا کرنے لگیں۔

"تم رات دیر سے آئے تھے میں شہریار کی اور دلہن کی خیریت پوچھنا چاہ رہی تھی۔ تمہارے بابا کی وجہ سے میں تمہارے کمرے میں نہیں آئی۔" وہ بوائل انڈے ٹیبل پر رکھ رہی تھیں۔

"میں نے سوچا آپ کو اسی وقت بتادوں کیونکہ بات ہی اتنی خوشی کی ہے۔"

"شہریار اس کا خیال تو رکھ رہا ہے ناں۔" وہ اپنی بہو کی طرف سے فکرمند بھی ہوئیں۔

"امی ویسے بھابی کے پاس کسی کا ہونا ضروری ہے' بھائی جان کیا' کیا دیکھیں گے۔" واصق نے بوائل انڈے اپنے آگے کیے۔

"مجھے لے چلنا سارا دن تو گزارآؤں گی ابھی تک میں نے اپنی بہو کو دیکھا تک نہیں۔" وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

"واصق پھر تم نے کیا سوچا آفس جوائن کرنے کا؟" بابا کو اپنے بزنس کی فکر تھی جو نقصان کا شکار ہورہا تھا۔ شہریار کے ہاتھ میں سارے معاملات تھے وہی سب کچھ دیکھتے تھے' ڈیل کرتے تھے۔

"سوری بابا میں بھائی جان کی سیٹ پر نہیں بیٹھوں گا اور مجھے ابھی بزنس کے معاملات سے دور ہی رکھیں مجھے ان سب کا کچھ پتہ نہیں۔" اس نے صاف اپنا دامن بچالیا۔

"اللہ نے دو اولادیں دیں اور دونوں ہی نامعقول اور اپنی چلانے والی۔" وہ غصے میں آگئے۔

"بابا میں آفس جوائن کرنے سے منع نہیں کررہا مگر ابھی نہیں۔" وہ ناشتہ ختم کرچکا تھا۔ ذکیہ چپ تھیں' حسن احمد آج کل بلاوجہ غصہ کرنے لگتے تھے۔

"شہریار نے پتہ نہیں کیا کیا پھیلا رکھا ہے' میں کہاں سے ہینڈل کروں اور وہ نامعقول ذکاء اسے بھی کچھ پتہ نہیں۔" وہ بہت بےزار اور پریشان ہورہے تھے۔

"بھائی جان کو واپس بلالیں کیونکہ بزنس کے معاملات ان ہی پر سوٹ کرتے ہیں...... بابا آپ کہاں ان میں الجھ رہے ہیں۔" اس نے نارمل انداز میں کہا۔

"یہ ممکن نہیں۔" وہ چیئر گھسیٹ کے بیٹھ گئے۔

"اب تو اس کی سزا ختم کردیں...... آپ دادا بننے والے ہیں۔" ذکیہ نے انہیں بتایا۔

"مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں' اس کے بغیر بھی میں بزنس ہینڈل کرسکتا ہوں۔" انہوں نے دادا بننے کی بات کو اگنور کردیا۔

"بابا اتنا غصہ اچھا نہیں...... بھائی جان نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ شادی کرلی ہے وہ بھی آپ کو بتائے بغیر' آپ حالات بھی تو سنیں کیا تھے۔" واصق شہریار کی حمایت میں بول رہا تھا۔ حسن احمد نے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔

"شیرازی سے میری بات خراب کی میری تو عزت دو کوڑی کی کروادی۔" وہ تیز لہجے میں گویا ہوئے۔

"شیرازی انکل کو اپنی بیٹی کے لیے ایک سے ایک رشتے مل جائیں گے ضروری ہے بھائی جان ہی سے ہوتی۔"

"تم کان کھول کر سن لو شیرازی کی بیٹی سے تمہاری شادی ہوگی۔"

"واٹ......!" وہ تو اچھل ہی گیا۔ ذکیہ تو بوکھلا گئیں۔ حسن احمد ایسے ہی اپنے اچانک فیصلوں کے دھماکے کرتے تھے۔

"میں نے بات کرلی ہے' ڈائریکٹ شادی ہوگی۔" وہ اپنا آخری فیصلہ قطعیت بھرے انداز میں دے چکے تھے۔

"بابا میں بالکل بھی اس کے حق میں نہیں ہوں۔"

"کیوں کیا تم نے بھی وہاں باہر کوئی شادی وادی تو نہیں کرلی......؟" ان کا انداز تفتیشی اور طنزیہ ہوگیا۔

"بابا...... میں وہاں پڑھنے گیا تھا' شادی کرنے نہیں۔" وہ پیر پٹختا ہوا ڈائننگ ہال سے ہی نکل گیا۔

"آپ کیوں ایسا کررہے ہیں' ہمارے دو ہی بیٹے ہیں' کیوں انہیں دور کررہے ہیں۔" ذکیہ تو رونے لگیں۔

"تم چپ کرو۔" وہ اکتا گئے۔ حسن احمد شہریار کے جانے سے بہت بےکل اور پریشان تھے۔ شہریار نے ہی ساری ذمے داری اٹھائی ہوئی تھی۔ اب ان پر یہ سب ذمے داری پڑی تو وہ جھنجلائے اور کھسیانے ہوگئے تھے۔

"اپنے بیٹے کو سمجھا دینا' میں شیرازی کو ہاں کرچکا

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ آنچل کراچی ماہنامہ حجاب کراچی

(ایک ساتھ منگوانے پر)

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 700 روپے

امریکا' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

7000 روپے

میڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے

6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کرسکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی......0300-8264242

نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز

کمرہ نمبر: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔
فون نمبرز: +922-35620771/2

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

circulationngp@gmail.com

ہوں۔“ وہ اپنے فیصلے سے ذرا بھی ہٹنے کو تیار نہیں تھے۔

”ایسے فیصلے نہ کریں ہمارا یہ بیٹا بھی ہمیں چھوڑ کے چلا جائے گا۔“ انہیں بہت دکھ و غم تھا' شہریار کی صورت تک کو ترس گئی تھیں' مگر اپنے دل پر پتھر رکھے ہوئے تھیں' مجبور تھیں مگر جب سے دادی بننے کی خبر سنی تھی ان کا دل شہریار اور اپنی بہو کو دیکھنے کو مچل رہا تھا۔ وہ اس کنڈیشن میں اپنی بہو کو اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتی تھیں۔

......☆☆☆......

”بھائی جان کیا آپ نے شیرازی انکل کی بیٹی کو دیکھا ہے۔“ وہ لاؤنج میں کاؤچ پر دراز تھا وبنیزہ کچن میں مصروف' ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔

”ہاں کئی دفعہ دیکھا ہے۔“ شہریار کی نگاہ ٹی وی کی اسکرین پر تھی وبنیزہ نے چونک کے ان کے تاثرات دیکھے۔

”کیسی ہے؟“

”یہ بتاؤ تمہیں اس سے شادی کرنی ہے؟“ شہریار کو اس لڑکی کا ذکر ناگوار گزر رہا تھا' کیونکہ وبنیزہ پہلے ہی اس سے اتنی بدگمان تھی جانے پھر سے کیا سوچنے لگے' اتنی مشکل سے تو وہ ان کے قریب آئی تھی اور انہیں سمجھنے لگی تھی۔

”میرا دماغ ابھی خراب نہیں ہوا جو ان کی بیٹی سے شادی کروں۔“

”پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟“ انہوں نے حیرانگی سے الٹا سوال ہی کیا۔ ”واصق تم ایسا کرو شیرازی انکل کی بیٹی سے شادی کرلو' بابا مجھ سے بہت ناراض ہیں' ان کی یہ خواہش تم ہی پوری کردو۔“ وہ اس کے پیچھے لگ گئے۔

”بھائی جان...... کیا ہوگیا ہے آپ کو' میرا ابھی شادی کا کوئی ارادہ نہیں اور شادی کے لیے میرا انتخاب وہ ماڈرن نک چڑھی نہیں ہوسکتی۔“

”بھابی کھانا پک گیا۔“ واصق نے یک دم ہی ہانک لگائی۔ وبنیزہ کے کان ان دونوں کی باتوں پر لگے ہوئے تھے وہ اچھل ہی گئی۔

”ہاں پک گیا۔“ شہریار اس کی حالت کی بھی فکر رکھتا تھا' زیادہ کام نہیں کرواتا تھا۔ صفائی وغیرہ کے لیے ماسی رکھ لی تھی مگر کھانا وہ ملازمہ کے ہاتھ کا پسند نہیں کرتا تھا' گھر میں بھی امی ہی کھانا پکاتی تھیں۔

”اوکے باس۔“ وہ حکم کی تعمیل کے لیے اٹھ گیا۔

”آپ دوسری شادی بھی تو کرسکتے ہیں کم از کم آپ کے بابا آپ کو گھر میں تو رکھ لیں گے۔“ وہ ٹیبل پر پلیٹیں رکھتے ہوئے بولی۔

”میں ایک شادی کرکے باز آیا اور ابھی میں تم سے بےزار نہیں ہوا کہ دوسری شادی کرلوں۔“ انہوں نے وبنیزہ کو پیچھے سے اپنی بانہوں کے حصار میں لیا تو وہ گھبرا گئی۔

”کیا ہے میں کام کررہی ہوں۔“

”ہر وقت کام کرتی رہتی ہو کبھی میرے پاس بھی بیٹھ جایا کرو۔“ انہوں نے منہ بسور کے کہا' وہ اس سے ہر وقت فریش اور خوشگوار انداز میں مخاطب ہوتے تھے۔

”میں آپ سے جو بات کیا کروں اسے گھمایا نہیں کریں۔“ وہ خفگی سے انہیں گھورنے لگی۔ ٹیبل سیٹ کرلی تھی صرف روٹیوں کا انتظار تھا' جو واصق لینے گیا تھا۔

”تم کیوں ہر وقت میری شادی کے چکر میں الجھی رہتی ہو۔ شکر ادا کرو اتنا قدر دان محبت کرنے والا شوہر ملا ہے۔“

”وہ تو میں ہر وقت ہی ادا کرتی ہوں' آپ بس شیرازی انکل کی بیٹی سے شادی کرلیں۔“ وہ چیئر پر بیٹھ کے نگاہیں گھمانے لگی۔

”آج کے بعد اگر یہ شادی کی فضول بات کی تو یاد رکھنا میں تم سے بات نہیں کروں گا۔“ وہ خفگی سے تیز لہجے میں اسے وارننگ دینے لگے وبنیزہ لب بھینچ کے رہ گئی۔ ڈور بیل پر شہریار اٹھ گئے۔

”توبہ ہے بھائی جان آپ نے بھی مجھے کس جگہ بھیج دیا اتنی لمبی لائن تھی۔ کیا ساری ہی خواتین کام چور ہوتی ہیں۔“ وہ معنی خیزی سے آنکھیں گھما کے شرارت سے گویا ہوا۔

”ایسی بات نہیں ہے' میں تو روٹیاں پکارہی تھی انہوں نے ہی منع کردیا۔“ وہ جھٹ صفائی دینے لگی۔

”بھابی آپ تو برا مان گئیں میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا۔“ اس نے سالن کا ڈونگا آگے کیا۔

”واؤ قیمہ آلو سچ بھابی پردیس میں رہ کے بندہ اپنے کھانے بہت یاد کرتا ہے۔“ وہ گہری سوچ کے ساتھ گویا ہوا۔

”اچھا باتیں کم کرو کھانا کھاؤ۔“ اس نے روٹیاں شہریار اور واصق کے آگے رکھیں۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ لاؤنج میں ٹی وی آن کرکے بیٹھ گیا۔

”بھائی جان...... بزنس کا بہت نقصان ہورہا ہے بابا اپنی انا کے آگے کبھی آپ کو نہیں بلائیں گے۔ پلیز آپ آجائیں' اتنے پروجیکٹ کینسل ہوگئے ہیں' صرف آپ کی وجہ سے وہ سب آپ سے ڈیل کرنا چاہتے ہیں۔“ وہ اسے بتارہا تھا' وبنیزہ دونوں کے لیے چائے بنا کے لے آئی تھی۔

”کیوں تم کچھ نہیں کررہے' ارے آفس میں بیٹھو۔“ شہریار سن کے فکر مند ہوگئے۔

”بھئی مجھے اس آفس سے دور ہی رکھیں' خود ہی سنبھالیے۔ مجھے کچھ آتا بھی نہیں۔“ اس نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کے منع کیا۔

”واصق یار...... ایسے تو سب کچھ بگڑ جائے گا۔“

”پھر خود ہی آیئے اور سنبھالیے میں نے تو اطلاع دے دی۔“ واصق نے اس کے فکر مند چہرے کو جانچا' جبکہ شہریار بابا کی ناراضگی کی وجہ سے خود کو ساری چیزوں سے دور کیے ہوئے تھے۔

❀......❀......❀

دوسرے دن شہریار آفس میں تھے' سارا اسٹاف ہی ان کی آمد سے بہت خوش ہوا تھا' حسن احمد نے حیرانگی سے دیکھا تھا' شہریار نے انہیں نارمل انداز میں سلام کیا۔

”تم سارے معاملے دیکھو جو تمہیں پتہ ہیں۔“ حسن احمد کو اس کی آمد سے سکون کا احساس ہوا تھا' مگر وہ اپنی خوشی ظاہر نہیں کررہے تھے۔

”جی......“ وہ سر ہلا کے رہ گئے۔

پورا دن شہریار کا آفس میں اتنا مصروف گزرا' انہیں وبنیزہ کا بھی خیال نہیں رہا' اس کی ڈلیوری کے آخری مراحل چل رہے تھے اور ڈلیوری کسی وقت بھی متوقع تھی۔

”تم روتو نہیں' میں آرہا ہوں۔“ وہ پریشان ہوگئے۔ حسن احمد نے چونک کے سنا وہ کسی فائل پر شہریار سے ڈسکس کررہے تھے کہ وبنیزہ کی کال آگئی۔

”اوکے میں دریا کو بھی کال کردیتا ہوں' وہ جلدی آجائے گی' مجھے کچھ ٹائم لگ سکتا ہے۔“ وہ حسن احمد کی وجہ سے کچھ جھجک کر بات کررہے تھے۔ اتنے میں واصق بھی آگیا۔

”یار بھائی جان' وہاں بھابی اتنی پریشان ہورہی ہیں مجھے کال کیے جارہی تھیں' آپ نے سیل آف کیا ہوا تھا۔“ واصق خاصا برہم اور ناراض ہورہا تھا۔ حسن احمد اٹھ کر باہر جانے لگے۔

”آپ گھر جایئے بھابی کی طبیعت خراب ہورہی ہے۔“ وہ اسے جانے کو کہنے لگا۔ حسن احمد نے اتنا بھی نہیں کہا کہ وہ چلا جائے' اپنی انا کا جھنڈا وہ اونچا کیے ہوئے تھے۔

”یار...... تم امی کو لے جاؤ گھر ہوسکتا ہے ہاسپٹل جانا پڑے۔“ وہ اس سے سرگوشی میں بولے۔

”میں آرہا ہوں آپ جایئے۔“ اس نے جلدی جلدی شہریار کو وہاں سے بھیجا۔

”بابا اتنا بھی غصہ نہیں کریں' بھائی جان کو دیکھیں آپ کی پریشانی کی انہیں خبر ہوئی تو وہ فوراً چلے آئے' آپ کیا ایسے وقت میں ان کے ساتھ نہیں ہوں گے۔“ واصق ہر طرح سے انہیں قائل کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔

”مجھ پر احسان نہیں کیا ہے اس نے' یہاں آکر...... اور وہ اپنے فیصلوں کا خود مختار ہے' میرے ساتھ کی اسے ضرورت بھی نہیں ہے۔“ وہ اپنے لہجے کو پتھر بنا کے بولے تھے۔ مگر اندر سے دل بھی پریشان ہورہا تھا بیٹا باپ بننے جارہا تھا اور انہیں بھی تو دادا بننے کی خوشی ہورہی تھی۔

”یہ آپ سمجھتے ہیں ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے میں امی کو لے کے جارہا ہوں کیونکہ وہ سن کے پریشان ہوگئی

PRIME URDU NOVELS

تھیں۔" وہ گویا انہیں یہ سب بتانے بھی آیا تھا۔
ونیزہ کو جلدی سے ہاسپٹل ایڈمٹ کروادیا تھا۔ امی بھی آ گئی تھیں ونیزہ کی چچی، چچا اور دریبا بھی آ گئی تھی۔ واحق کی نگاہ بار بار الجھ کے دریبا کے چہرے پر چلی جاتی تھی جو اس کی طرف بالکل بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اندر سے آ کر جو خبر دی امی تو فوراً مسرت سے چچی جان کے گلے لگ گئیں۔

"اللہ نے بیٹی کی مراد ایسے پوری کردی، پوتی کی صورت میں۔"

"مبارک ہو خالہ بن گئی ہیں آپ۔" واحق نے شوخ سے لہجے میں دریبا کو مبارک باد دی۔ وہ جھینپ کے مسکرانے لگی۔ واحق کی شوخ اور گہری نگاہوں سے وہ کچھ جھجک سی جاتی تھی۔

"شکریہ۔" اس نے پشت گھمائی۔

"یہ مٹھائی بھی کھایئے۔" وہ ڈبہ لے کر پھر اس کے سامنے آ گیا۔

سارے ہی اندر روم میں تھے ونیزہ بھی بہت خوش تھی، کیونکہ اس کی ساس جو اس سے ملنے چلی آئی تھیں۔ ننھی گڑیا انہی کی گود میں تھی۔

"کوئی نہیں دیکھ رہا آپ زیادہ بھی کھا سکتی ہیں۔" اس نے پھر شرارت سے کہا۔

"شکریہ میں میٹھا زیادہ نہیں کھاتی۔"

"جب ہی اتنی کڑوی بھی ہیں۔" واحق جیسے اسے زچ کرنے کے چکر میں تھا۔

"بھابی آپ کی یہ کزن اتنی روکھی پھیکی کیوں ہیں؟"

"واحق کیا بدتمیزی ہے۔" ذکیہ نے اسے سرزنش کی۔ شہریار اور ونیزہ بھی ہنسنے لگے تھے۔ چچا جان اور چچی جان ونیزہ سے مل کر چلے گئے تھے، دریبا کو اس کے پاس رکنے کے لیے چھوڑ گئے تھے۔

"بیٹا آپ اس کی باتوں کا برا نہیں مانیے گا۔" ذکیہ جیسے دریبا کے چہرے کے تاثرات بھانپ گئی تھیں۔ دریبا نے مسکراتے ان کی بات پر سر ہلایا وہ کوئی بھی ایسی بات کہہ کر ماحول اور موڈ خراب کرنا نہیں چاہتی تھی۔ ذکیہ رات تک تو ونیزہ کے پاس رکی تھیں مگر پھر حسن احمد کی وجہ سے اٹھ گئیں۔

❀......❀......❀

تین دن بعد ونیزہ کو ڈسچارج کردیا گیا، ذکیہ بچی کے لیے بہت سے کپڑے اور دیگر سامان لے کے آئی تھیں۔ ونیزہ کو خود اندازہ نہیں تھا وہ بیٹی کی پیدائش پر اتنی خوش ہوں گی۔

"ہماری بیٹی اتنی خوش نصیب ہے دادی خود چلی آئیں، دیکھنا اس کے دادا بھی آ جائیں گے۔" شہریار کے لہجے میں وثوق اور یقین تھا ننھی گڑیا اتنی پیاری تھی وہ اسے دیکھ کر پھولے نہیں سمارہے تھے۔

"سنیے اس کا نام کیا رکھیں گے۔" ونیزہ بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگا کے بیٹھی ہوئی تھی، کافی کمزور اور زرد ہورہی تھی۔

"اس کا نام واحق رکھے گا۔"

"آپ اپنی امی سے کہیں وہ رکھیں۔" ونیزہ نے کہا۔

"امی اور واحق کا مشترکہ تجویز کردہ ہی ہوگا۔ تم بے فکر رہو۔" وہ بچی کو بہت آرام سے اس کے پہلو میں لٹانے لگے۔ وہ خود دو ہی تو بھائی تھے امی کو اور بابا کو کتنا شوق تھا ایک بیٹی بھی ہو۔ ان کی یہ خواہش اس طرح پوری ہوگئی تھی۔ شہریار نے شوخ اور شرارتی لہجے میں بولتے اسے میٹھی میٹھی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے شہریار کو ایسے انداز میں پہلی دفعہ دیکھا تھا یا بیٹی کی خوشی تھی اسے نہیں پتہ تھا بیٹی اتنی خوش کن ثابت ہوگی کہ سب یوں مل جائیں گے کیا ہوا وہ خوش نصیب نہیں تھی، اس کی بیٹی تو تھی۔

"تم دیکھنا ایک دن بابا بھی راضی ہوجائیں گے۔" ان کے لہجے میں حسرت وامید تھی کبھی بھی وہ بابا کے فیصلوں سے اختلاف نہیں کرتے تھے مگر یوں اچانک سے شادی کا فیصلہ صرف مجبوری کے تحت کیا تھا، انہیں بابا کے شدید ردعمل کا اندازہ نہیں تھا۔

"مجھے تو ابھی تک یہ حیرانگی ہے بابا اتنے سخت کیسے

بن گئے۔"

"ظاہر ہے آپ نے اپنے سے کم تر لوگوں کی لڑکی سے شادی کی ہے آپ کے اسٹیٹس سے میچ تو نہیں کھاتی۔" ونیزہ کو بھی افسوس اور دکھ رہتا، اس کی وجہ سے شہریار اپنے گھر سے بے گھر ہوگئے۔ اس کی کون سا قسمت ایسی تھی جو اپنے سے اونچے خواب دیکھتی، ہمیشہ ابو کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کیا تھا، امی تو اس کی پیدائش پر ہی چل بسی تھیں، اس نے تو ماں کا لمس تک محسوس نہیں کیا تھا، ابو کی وفات بھی چند ماہ پہلے ہی تو ہوئی تھی، وہ اسے چچا جان کے حوالے کرکے اس دنیا سے چلے گئے تھے، کتنا روئی تھی کوئی رشتہ بھی اس کے پاس نہیں رہا تھا، چچا جان اور چچی جان نے بہت محبت سے رکھا تھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" انہوں نے نفی کی، وہ ونیزہ کی احساس محرومی سمجھ رہے تھے۔

"میں جو کہہ رہی ہوں، بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ ہم غریبوں کی بیٹیاں امیر گھرانوں میں نہیں بیاہی جاتیں۔"

"وہ امیر کوئی اور ہوتے ہوں گے اور مال ودولت ہونے سے کوئی امیر نہیں ہوجاتا، جب تک دل میں پاسداری نہ ہو۔" شہریار اسے ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کرتے تھے۔

"مگر یہاں مال ودولت کی ہی اہمیت ہے، اگر میں امیر ماں باپ کی بیٹی ہوتی تو آپ کے بابا آپ کو یوں گھر سے نہیں نکالتے۔"

"بابا ایسے نہیں ہیں اور بابا نے کبھی ہمیں ایسی تربیت نہیں دی، کہ ہم صرف امیروں سے بات چیت رکھیں بابا سب کو برابر سمجھتے ہیں اور ہمیں بھی ایسی ترغیب دی ہی نہیں کہ اپنے سے کم کو کم تر سمجھو ارے کم تر تو ہم ہیں اللہ کی ذات سب سے اونچی اور اعلیٰ ہے اس کے آگے کوئی کچھ بھی نہیں یہ تو ہم انسانوں کے درجے بنائے ہوئے ہیں۔" شہریار بڑی سنجیدگی سے اتنی گہری باتوں کے ساتھ اسے سمجھا رہے تھے۔

"ارے خاصا وقت گزر گیا ہے، آفس میں میٹنگ ہے مجھے نکلنا ہوگا۔" شہریار کو ایک دم ہی یاد آیا۔

"سنو میں دریبا کو کہتا جاؤں گا وہ آ جائے گی۔"

"اسے رہنے دے اس کے اسکول کا حرج ہورہا ہے۔" ونیزہ نے ننھی گڑیا کے رخسار پر بڑی آہستگی سے پیار کیا۔ دریبا اسکول میں پڑھاتی تھی، یہاں روز آنے کی وجہ سے اس کی چھٹیاں ہورہی تھیں۔

"یار تم اکیلی کیسے رہو گی اور ابھی تمہاری خود کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، بچی کو بھی سنبھالنا ہوگا۔"

"سنبھال لوں گی۔" وہ مسکرائی، شہریار خاصے فکرمند ہورہے تھے۔

"امی کو بلانا اچھا نہیں لگ رہا، کیونکہ تین دنوں میں وہ مسلسل آئی ہیں ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ گویا ہوئے۔

"آپ کیا گھر نہیں جاتے۔" وہ پوچھنے لگی۔

"گھر ہاں ابھی تک نہیں گیا۔" وہ وارڈروب سے اپنے کپڑے نکال کے اسے بغور دیکھنے لگے آفس میں میٹنگ تھی اسی لحاظ سے وہ کپڑوں کا انتخاب کررہے تھے۔

"کیوں بابا نے ابھی بھی پابندی لگائی ہوئی ہے۔"

"ونیزہ میں نے تہیہ کیا ہوا ہے تم میرے ساتھ اس گھر میں جاؤ گی تو جاؤں گا ورنہ نہیں۔" وہ گھوم کے گویا ہوئے۔

"آپ یہ تو ناممکن سی ضد کررہے ہیں، دیکھیں وہ آپ کا گھر ہے اور آپ کے والدین کا گھر ہے، آپ وہاں جاسکتے ہیں، میرا مسئلہ نہیں بنائیں مجھے آپ نے یہاں سر چھپانے کے لئے جگہ دی ہوئی ہے اور مجھے کیا چاہیے۔" وہ حسرت وافسردگی سے گویا ہوئی۔

"ونیزہ تم اور اب میری بیٹی میری زندگی ہیں، تم دونوں کو لیے بغیر اس گھر میں کبھی داخل نہیں ہوں گا" کیونکہ بابا نے مجھے ابھی تک گھر آنے کی دعوت نہیں دی۔"

"اپنے گھر جانے کے لیے دعوت کی ضرورت نہیں ہوتی، آپ جاسکتے ہیں بغیر اجازت اور دعوت کے۔" وہ شہریار کے خاموش چہرے کو دیکھنے لگی وہ ہاتھ لینے کے لیے واش روم میں چلے گئے تھے ونیزہ کے لیے سوچوں کے اور

درواہو گئے مگر دل میں یہ اطمینان ضرور ہو گیا تھا کہ وہ اس گھرانے کے بچے کی ماں بن گئی ہے ایک دن اسے بھی قبول کرلیا جائے گا۔

❀......❀......❀

"شکر ہے اس مالک کا اس نے ہماری بچی کو خیر خیریت سے فارغ کیا اب بس یہی دعا ہے کہ ساس سسر اسے گھر بھی لے جائیں۔" سلمیٰ نے کبھی ونیزہ اور اپنی بیٹیوں میں فرق نہیں کیا تھا' ونیزہ کو بھی اپنی اولاد کی طرح ہی پیار کرتی تھیں۔

"ان کی ساس تو لے جانا چاہتی ہیں مگر ونیزہ آپی کے سسر میں بہت اکڑ ہے' مجھے نہیں لگتا کہ کبھی لے کے جائیں۔" دریبا نے ابھی تک ونیزہ کے سسر کو دیکھا نہیں تھا' مگران کا غائبانہ تعارف جس طرح کا تھا اس نے ویسے ہی اندازہ لگالیا تھا وہ اپنے اصولوں سے ہٹنے والے نہیں تھے کیونکہ شہریار کو ہی ابھی تک گھر سے باہر کیا ہوا تھا جبکہ وہ آفس کے تمام معاملات دیکھ رہے تھے' پھر بھی انہوں نے ذرا رعایت نہیں برتی تھی۔

"ارے کب تک نہیں لے جائیں گے' اپنی اولاد کی اولاد کی جو محبت ہوتی ہے وہ ہلا کے رکھ دیتی ہے۔ ایک نا ایک دن وہ مجبور ہو جائیں گے۔" سلمیٰ کے لہجے میں وثوق تھا' ان کی ہر پل یہی دعا تھی کہ ونیزہ کو اس کے سسرال والے گھر لے جائیں۔

"یہ امیر لوگ بھی اپنی ناک اونچی رکھتے ہیں چاہے اولاد انہیں زمین پر لے آئے۔ ان کے بیٹے نے غریب لڑکی سے شادی کرلی ورنہ انہوں نے تو مل اونر کی بیٹی سے بات طے کی تھی۔" دریبا کو شہریار کے بارے میں سب علم تھا وہ کسی شیرازی صاحب کی بیٹی سے منسوب تھے اور اب ان کے والد چھوٹے بیٹے کے پیچھے پڑے تھے وہ کرلے شادی۔

"تم دعا کیا کرو اللہ انہیں نیک ہدایت دے۔" انہیں دریبا کا اس طرح تیز لہجے میں بولنا اچھا نہیں لگا تھا وہ تو اپنے بچوں کو یہی ترغیب دیتی تھیں برے کو بھی برا نہیں کہو بلکہ اس کی ہدایت کی اور بہتری کی دعا مانگو۔

"میں تو سچ بات کہہ رہی ہوں۔" وہ اسکول کے بچوں کی ہوم ورک کاپیاں چیک کررہی تھی۔ سلمیٰ عشاء کی نماز پڑھنے اس کے کمرے میں آ گئی تھیں۔

"اریبہ سے کہو کھانا لگالے تمہارے ابو آ گئے ہوں گے۔" وہ جائے نماز اٹھا کے کمرے سے نکل گئی تھیں۔ دریبا نے کچن میں خود ہی جا کے جائزہ لیا۔ اریبہ تو ٹی وی کے آگے بیٹھی تھی اور وجدان کمپیوٹر پر مصروف تھا۔

"اریبہ ابو آ گئے ہیں کھانا تو لگالو۔"

"ابو کے ساتھ کوئی صاحب آئے ہیں وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں کہہ رہے تھے وہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔" اس نے ٹی وی پر ہنوز نگاہ مرکوز کیے تفصیل سے اسے بتایا۔

"کون ہے؟" دریبا کو تجسس ہوا۔

"پتہ نہیں' یہ تو ان کے جانے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔" دریبا اور اریبہ نے کھانے کے لیے برتن وغیرہ سیٹ کرکے وجدان سے کھانا لگوایا اور خود وہ لوگ برآمدے میں دستر خوان لگا کے کھانے بیٹھ گئی تھیں۔

"امی کون آیا تھا۔" اس نے ان کے جانے کے بعد پوچھا۔

"تمہارے ابو کے کوئی جاننے والے تھے' اپنے بیٹے کے لیے بات کررہے تھے۔" وہ سادگی سے اسے بتانے لگیں جبکہ اس کے چتون پر گہری سوچ کے بل پڑ گئے۔

"کیسی بات؟"

"ہر بات کے پیچھے پڑ جاتی ہو میری بھی مت ماری گئی جو تم سے کرنے لگی بات۔" وہ کچن سے نکل کے جانے لگی تھیں۔

دریبا کچن سمیٹ کے باہر آ گئی۔ سلمیٰ انصر علی سے باتوں میں مصروف تھیں۔ دریبا کو خطرے کی گھنٹی محسوس ہورہی تھی کیونکہ ابو اور امی کو اس کی رات دن فکر جو تھی۔

"کیا بات ہے بجو؟" اریبہ نے اسے سوچوں میں مستغرق دیکھا جو بیڈ کے سرے پر ٹک گئی تھی۔

"کچھ نہیں۔" تکیہ سیدھا کیا اور لیٹ گئی۔

"کچھ تو ہے۔" وہ اس کے قریب آ گئی۔

"ارے بابا کچھ نہیں ہے جاؤ اپنی جگہ پر جا کر لیٹو اور ہاں میرے صبح کے لیے کپڑے پریس کردینا۔" اس نے ساتھ ہی ہدایت دی کیونکہ اریبہ سے جان چھڑانے کے لیے یہی سمجھ آیا۔

"مجھے پتہ ہے آپ کیا سوچ رہی ہیں' خیر کوئی بات نہیں۔" وہ معنی خیزی سے مسکراتی ہوئی الماری سے اس کے لیے کپڑے نکالنے لگی۔

ونیزہ کی جب سے شادی ہوئی تھی وہ ڈر گئی تھی اور شادی کے نام سے ہی خوف آنے لگا تھا پتہ نہیں کس طرح کے لوگوں سے پالا پڑے اور اس میں تو برداشت کا مادہ ہی نہیں تھا کیسے سسرال والوں کو فیس کرے گی' غلط برتاؤ بے ترتیبی اسے برداشت ہی نہیں ہوتی تھی اور اس کے لیے رشتے آخر پلمبر الیکٹریشن کے ہی کیوں آتے تھے' غریب ہونا اتنا بڑا جرم ٹھہرا کہ غریب گھر کی لڑکی کسی امیر لڑکے کے خواب نہیں دیکھ سکتی۔

❀......❀......❀

شہریار نے آفس کے تمام معاملات پہلے جیسے کردیئے تھے۔ ورنہ سارا بزنس ہی خسارے میں جارہا تھا۔ حسن احمد کو اس کے آنے سے اطمینان ہو گیا تھا مگر انا اور ضد کی وجہ سے شہریار سے تعریفی کلمات بھی نہیں کہہ رہے تھے وہ ان سے صرف نپی تلی گفتگو کرتے تھے۔

"بابا بھائی جان کی سزا میں اب تو کمی کردیں' کیسے وہ آپ کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔" واصق انہیں احساس دلانے لگا کہ شہریار کو جتنی سزا دینی تھی وہ دے چکے۔

"تم سے میں نے کچھ بات کی تھی میری بات کا تم نے ابھی تک جواب کیوں نہیں دیا۔" وہ ایسے بن گئے جیسے واصق کی بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہو۔

ذکیہ تو حسن احمد کے آگے بولنے کی ہمت نہیں رکھتی تھیں کہ وہ شہریار کی حمایت میں کچھ بولیں مگر حسن احمد نے انہیں شہریار کے گھر جانے سے منع نہیں کیا تھا۔ پوتی کی خبر سن کر بھی وہ سپاٹ ہی تھے جیسے انہیں کوئی پروا اور فکر نہیں ہو۔

"میری بات کا جواب دو' تم نے کیا سوچا شیرازی کی بیٹی کے بارے میں۔"

"بابا آپ میری بات سن کیوں نہیں رہے۔"

"سن لی تمہاری بات...... اب تم میری بات کا جواب دو۔" وہ نروٹھے پن سے گویا ہوئے۔

"بابا پھر آپ میری بات کے جواب میں کچھ نہیں کہیں گے۔"

"میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ شیرازی کی بیٹی سے شادی کرو گے یا نہیں۔" ان کا لب ولہجہ سخت اور درشت ہو گیا۔ انہیں اس وقت اپنی انا اور ضد عزیز تھی اولاد کی محبت اور خوشی کا سوچ ہی نہیں رہے تھے۔

"میں یہ شادی نہیں کروں گا نہ ہی میں کسی اور سے کروں گا جب تک بھائی جان اور بھائی کو اس گھر میں ان کا مقام نہیں ملے گا' مجھ پر ہر طرح کی خوشی حرام ہے۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ گیا۔ ذکیہ بیگم کا ہاتھ اسے روکنے کے لیے ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔

"ایسی ضدی اور نافرمان اولاد میں نے نہیں دیکھی جیسا بڑا بیٹا ہے یہ بھی اسی کے نقش قدم پر چلے گا۔" وہ بہت زیادہ برہم ہورہے تھے مگر اندر سے انہیں لگ رہا تھا کچھ ٹوٹ رہا ہو وہ اکیلے رہ گئے ہوں' ذکیہ بیگم حسرت وافسردگی سے مغموم لب کچل رہی تھیں۔

"آپ کی بھی اتنی ضد اور انا ٹھیک نہیں ہے...... ایک بیٹے کو تو دور کردیا...... اسے بھی دور کررہے ہیں۔ کیوں زبردستی کے رشتے باندھ رہے ہیں۔" وہ روہانسی ہورہی تھیں۔ حسن احمد کو جیسے چپ لگ گئی۔

"اپنے بزنس کی بھینٹ اپنی اولاد کو چڑھا رہے ہیں' ارے ہماری جمع پونجی یہی تو ہیں کیوں ان کا خون کررہے ہیں۔" وہ رودیں۔

"پلیز ذکیہ اسٹاپ اٹ۔" وہ انہیں تیز لہجے میں

خاموش ہونے کو کہہ رہے تھے۔

"کب تک چپ کرائیں گے مجھے، میں اب برداشت نہیں کروں گی، چلی جاؤں گی میں بھی یہاں سے۔" وہ رونے لگی، حسن احمد سر ہاتھوں میں تھام کے رہ گئے تھے۔

❀......❀......❀

"کہاں چلی جاؤ گی۔"

"اپنے بیٹے کے پاس کیونکہ آپ کے گھر میں جب میرے بیٹے کے لیے جگہ نہیں تو میری بھی جگہ نہیں ہوگی۔ آپ کو تو اپنی منوانے کی عادت ہے جب ہم سب ہی نہیں رہیں گے تو کس سے منوائیں گے اپنی۔" وہ آج بہت دکھ وتاسف سے ان کو احساس دلا رہی تھیں۔

"بیٹے کا اتنا بڑا جرم ہے کہ اسے اس گھر میں آنے کی اجازت نہیں ہے اور اب دوسرے بیٹے کو بھی کھونا چاہتے ہیں۔"

"ذکیہ خاموش ہوجاؤ تمہارے منہ میں جو زبان ہے یہ تمہارے چھوٹے بیٹے کی ہے وہ باہر ملک سے پڑھ کے آیا ہے تو اب ہمیں پڑھانے چلا ہے۔" وہ جیسے ارادہ باندھ کے بیٹھے تھے وہ اپنے فیصلوں کے خلاف بالکل نہیں جائیں گے بلکہ اٹل فیصلہ تھا ان کا اس کے لیے انہیں کچھ بھی کرنا پڑے گا۔

"واصق بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے شہریار نے سارا کام سنبھال لیا اب تو اسے بخش دیں۔"

"میں نے نہیں کہا تھا وہ آکے سنبھالے۔"

"آپ اتنے کٹھور اور سنگ دل نہیں بنیں اولاد کو اتنی بڑی سزا نہیں دیں۔"

"سزا اس نے خود تجویز کی ہے میرے فیصلے اور اصولوں کے خلاف گیا ہے اور میں اپنی بات سے مکرتا نہیں ہوں۔ شیرازی سے میں نے وعدہ کیا تھا اس کی بیٹی میرے گھر کی بہو بنے گی۔"

"جب بیٹا ہی نہیں رہے گا تو کس سے بیاہیں گے۔" وہ بھی جھٹکے سے اٹھیں۔ "اس خالی گھر میں لے آیئے بہو۔" واصق ان دونوں کی گفتگو باہر کوریڈور میں کھڑا سن رہا تھا۔

❀......❀......❀

"واصق یہ تم نے اچھا نہیں کیا جو بابا کہتے ہیں مان لو۔"

"بھائی جان یہ آپ کہہ رہے ہیں۔" وہ دو دن سے ادھر ہی رہ رہا تھا۔ اس نے بابا کی ضد اور تمام باتیں انہیں بتادی تھیں۔

"زبردستی کے رشتے کبھی مضبوط نہیں رہتے اور بھائی جان میں شیرازی انکل کی بیٹی سے ملا ہوں، اس کا کوئی ارادہ نہیں مجھ سے شادی کرنے کا۔" وہ ایک پرسنل کام کے سلسلے میں شیرازی انکل کی بیٹی سے ملا تھا جو تھی تو مختلف لڑکی مگر اس کی باتوں سے واصق نے یہ اندازہ لگایا تھا وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔

"میں بابا کا حکم نہیں مان سکا، تم ہی ان کی یہ خواہش پوری کردو۔" ونیزہ نے چونک کر سر اٹھایا وہ ننھی عائشہ کو اٹھائے ادھر ہی آرہی تھی اس نے شہریار کے لہجے کی افسردگی بھی محسوس کی تھی۔

"آپ کو میں اجازت دیتی ہوں آپ بابا کی بات مان لیں۔" دونوں نے ہی چونک کر آواز پر دیکھا وہ ان کے سامنے ہی کھڑی تھی۔

"بھابی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔" واصق کاؤچ سے اٹھ بیٹھا۔

"نہیں احساس ہورہا ہے اور یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔"

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں، لایئے عائشہ کو دیں...... آج امی آئیں گی اپنی پوتی کو دیکھنے۔" وہ دوسری بات کرنے لگا، عائشہ نام بھی ذکیہ بیگم نے رکھا تھا، ابھی ونیزہ کا سوا مہینہ نہیں ہوا تھا ذکیہ بیگم گھر سے کھانا پکوا کے بھیج رہی تھیں جبکہ دریا بھی آتی رہتی تھی وہ بھی خاصے کام کر کے جاتی تھی۔

"واصق بابا جو کہتے ہیں مان لو۔"

"دیکھئے بھابی شیرازی انکل کی بیٹی شادی شدہ اور ایک بچی کے باپ سے تو بالکل بھی شادی نہیں کرے گی۔" اس

نے عائشہ سے کھیلنا شروع کردیا تھا ابھی وہ چند دنوں کی تھی زیادہ تر سوتی رہتی تھی۔

"تم ان باتوں کو نہیں سوچو میں واصق کو سمجھا رہا ہوں کہ وہ بابا کی بات مان لے اور پھر کل سے یہ یہاں ہے، بابا کیا سوچتے ہوں گے۔" شہریار نے جھٹ ونیزہ کے ذہن کو صاف کیا جو شاید کچھ الٹی سیدھی سوچ رہا تھا۔

"مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے میں بات ختم کر کے آیا ہوں۔" اسی دوران ڈور بیل بجی۔

"امی ہوں گی۔" واصق نے عائشہ کو کیری کاٹ میں لٹایا اور اسے جھلانے لگا۔

"اوہو بھئی آج تو بڑے بڑے لوگ تشریف لائے ہیں۔" ونیزہ کی چچی اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ آئی تھیں۔ واصق دریا کو کاسنی لان کے بے عد کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر شوخ ہوگیا، وہ جھینپ کے رہ گئی تھی۔

"کیسی ہے گڑیا؟" دریا نے اسے گود میں اٹھایا۔

"گڑیا کا نام عائشہ رکھ دیا گیا ہے۔" واصق نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"واؤ بہت پیارا نام ہے۔" اس نے اس کے روئی جیسے گالوں پر پیار کیا۔

"تم بتاؤ...... تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" چچی جان نے ونیزہ سے پوچھا۔

"سر میں بہت درد ہوگیا تھا رات کو ڈاکٹر نے دوائی لکھ کے دی تھی وہ کھائی تو ٹھیک ہوگیا۔"

"دریا کچن تو آپ کو سنبھالنا پڑے گا، چائے وغیرہ بنالو۔" شہریار نے مسکرا کے اسے کہا۔

"ابھی رک جائیں، میں خود بنالوں گی۔" ونیزہ نے ان سب کے بیٹھنے کے بعد کہا۔

"بھابی بنادیں، چائے کا بہت موڈ ہورہا ہے۔" واصق چائے کا سن کے رہ نہیں سکا جبکہ دو دفعہ خود بنا کے پی چکا تھا۔

"واصق اتنی چائے نہیں پیو کیا تم باہر بھی اتنی ہی چائے پی رہے تھے۔"

"نہیں میں وہاں اتنی نہیں پیتا تھا بس مجھے ویسے ہی پنی ہے۔" اس کی معنی خیز نگاہ دریا پر پڑی، وہ لب بھینچے بیٹھی تھی۔

دریا کچن میں تھی، ذکیہ بیگم بھی آگئی تھیں چچی جان کی ان سے باتیں شروع ہوگئی تھیں۔

"کھانا پکانا آتا ہے۔" وہ موقع دیکھ کے کچن کے باہر کاؤنٹر کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ دریا چکن کا قورمہ پکا رہی تھی جبکہ ذکیہ بیگم گھر سے بھی کھانا لائی تھیں واصق کی فرمائشی لسٹ ہی اتنی لمبی تھی انہیں آتے آتے بھی عشاء ہوگئی تھی۔

"ابھی آپ کو کیا نظر آرہا ہے۔" اس نے بے رخی اور ناگواری سے طنزیہ جواب دیا۔

"اکثر لڑکیاں کام وغیرہ سے بھاگتی ہیں۔"

"وہ آپ جیسے امیر گھرانوں کی لڑکیاں بھاگتی ہیں۔" وہ بدستور کام میں منہمک تھی۔ مگر واصق کی موجودگی ہاتھ پیروں میں کپکپاہٹ پیدا کررہی تھی جب سے آئی تھی اس وقت سے اسے ہی نوٹ کررہا تھا۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں۔" واصق مسکرایا۔

"محترمہ خاصی خائف ہیں امیر لوگوں سے۔" وہ سوچ بھی رہا تھا۔

"میں کیسے کہہ سکتی ہوں، کیا یہ سچ نہیں۔" وہ اپنا آنچل شانوں پر برابر کرتے پشت پھیرے کام میں مگن تھی۔

"جب تک آپ کو کسی بات کا پتہ نہیں ہو اس پر شیور نہیں رہنا چاہیے۔" واصق کو باخوبی اندازہ ہورہا تھا وہ امیر لوگوں کو خاصا ناپسند کرتی ہے۔

"آپ پلیز مجھے فضول باتوں میں نہیں الجھایئے اپنا کام کیجیے۔" دریا کا لہجہ ناگوار اور تلخ ہوگیا۔

واصق کو یہ لڑکی آہستہ آہستہ دل میں گھر کرتی ہوئی لگ رہی تھی اسے ایسی ہی صاف گو اور بناوٹ وتصنع سے مبرا لڑکی پسند تھی۔

"میں اپنا کام ہی تو کررہا ہوں۔" اس کے قریب آ کے فرج کھولا تو دریا اچھل گئی، مسحور کن مہک اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تو وہ گھبرا کے پیچھے ہوگئی۔

"دریہ یاروٹیاں نہیں پکانا میں بازار سے منگوالوں گی۔" ونیزہ بھی کچن میں چلی آئی واصق مسکراتا ہوا ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔

"میں پکالوں گی۔" وہ جان کے بھی روٹیاں خود پکانا چاہ رہی تھی تاکہ واصق کو موقع نہ مل جائے۔

"میں اس کے متعلق کیوں سوچنے لگی۔" جھٹ اپنا سر بھی جھٹکا۔

❀......❀......❀

ونیزہ کا سوا مہینہ بھی گزر گیا تھا' شہریار کی مصروفیت بزنس میں بڑھ گئی تھی حسن احمد اس سے کوئی بات نہیں کررہے تھے مگر وہ اپنا کام مستعدی سے کررہا تھا۔

"کیا بات ہے' آج زیادہ تھکن ہورہی ہے۔" ونیزہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

"آں ہاں' نہیں تو بس یونہی۔" وہ پھر دراز ہوگیا۔

"یہ عائشہ کدھر ہے؟" جھٹ اٹھ کے بھی بیٹھ گئے۔

"واصق گھر لے گیا ہے۔" اس نے مسکرا کے بتایا۔

"ارے یار تم نے کیوں بھیجا بابا کا غصہ دیکھا ہے اور پھر وہ اتنی چھوٹی سی ہے بار بار فیڈ کرتی ہے۔" شہریار کو تو بیٹی کی فکر ہونے لگی۔

"سارا سامان ساتھ دے کے بھیجا ہے' امی کا بھی دل کررہا تھا دیکھنے کو وہ خود بھی سنبھال لیتی ہیں' آپ پریشان نہیں ہوں۔" وہ اطمینان دلانے لگی۔

"تم کیسی ماں ہو ایک ننھی سی بچی کو بھیج دیا۔" وہ ناراض ہونے لگے۔

"وہ ننھی سی بچی اپنے گھر والوں کے پاس گئی ہے مجھے یہ خوشی ہے اور دیکھیے گا آپ کے بابا بھی اپنی پوتی سے منہ نہیں پھیر سکیں گے۔" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" انہوں نے دل میں دعا کی۔

"اچھا بات تو سنیے' وہ شیرازی انکل کی بیٹی کا معاملہ کہاں تک پہنچا؟" اس نے پھر پوچھا۔

"واصق بتارہا تھا بابا کو چپ لگی ہوئی ہے۔"

"واصق تو بالکل بھی تیار نہیں ہے اس سے شادی کے لیے۔" ونیزہ نے پرسوچ انداز میں کہا۔

"آج آفس میں شیرازی انکل بابا سے پتہ نہیں کیا باتیں کررہے تھے دونوں میٹنگ روم میں بیٹھے تھے۔ فضا بھی آئی تھی وہ بھی کافی دیر میں گئی۔ شیرازی انکل اور فضا کا موڈ کچھ خراب تھا۔"

"آپ کو نہیں پتہ کیا باتیں ہورہی تھیں۔" ونیزہ کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کررہی تھی۔ ضرور شادی ہی کا موضوع ہوگا۔

"میں کیسے پتہ لگاتا واصق ہوتا تو وہ پوچھتا۔ شیرازی انکل کے جانے کے بعد سے ہی بابا کو چپ لگ گئی تھی۔" شہریار کو فکر بھی ہورہی تھی وہ پارٹنر شپ نہ توڑ دیں۔

"اچھا ایک بات تو بتائیں' آپ کے بزنس میں ان کا کتنا پرسنٹ حصہ ہوتا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"زیادہ تو نہیں کیونکہ میں تو شروع سے ہی بابا سے یہی کہتا آرہا تھا کہ کسی کی بھی پارٹنر شپ نہیں رکھیں' ہمیں ضرورت بھی کیا ہے اللہ کا شکر ہے۔" وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئے۔

"شیرازی انکل کو اپنے بزنس میں خسارہ ہوا تھا' وہ زبردستی بابا کے پیچھے پڑ گئے کہ مجھے بھی شامل کرلو بابا نے دوستی کی وجہ سے شامل کیا تھا۔ لیکن مجھے حالات کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں۔" انہوں نے باتوں سے اندازہ کرلیا تھا کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔

"ارے تم بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئیں' میرا اسیل دو میں اپنی بیٹی کا پتہ کرتا ہوں وہ رو تو نہیں رہی۔" شہریار کو عائشہ کی فکر ہورہی تھی۔ ونیزہ مسکرانے لگی وہ پھر اپنے ادھورے کام سمیٹنے لگی' کھانا تو وہ دن میں پکالیتی تھی' دو لوگوں کا پکانا بھی کون سا زیادہ ہوتا تھا' واصق اگر آتا تھا تو وہ زیادہ اہتمام کرتی تھی۔

......☆☆☆......

ننھی عائشہ کاٹ میں لیٹی ٹکر ٹکر سب طرف دیکھ رہی تھی۔ گھر کی ملازمہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ ذکیہ اس کا دودھ بنانے گئی ہوئی تھیں۔ حسن احمد کی نگاہ اس پر بار بار

پڑ رہی تھی۔ خون جوش مار رہا تھا' آفس سے وہ کتنے الجھے ہوئے آئے تھے مگر اس ننھی گڑیا کو دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا سب بھول گئے ہوں' کب تک نگاہ چراتے آخر کو وہ اس کے پاس آ کے بیٹھ گئے۔ ملازمہ اٹھ کے چلی گئی' ذکیہ بیگم نے حیرانگی سے دیکھا۔ عائشہ کو وہ گود میں اٹھائے ہوئے تھے۔ ذکیہ بیگم پر تو شادیٔ مرگ طاری ہوگیا' انہوں نے اپنے رب کا شکر ادا کیا۔ حسن احمد پوتی کو سینے سے لگائے ہوئے تھے۔

"بچی کو یہاں اکیلا چھوڑ کے کہاں چلی گئی تھیں؟" وہ برہم ہونے لگے مگر ان کے چہرے سے یہ اندازہ نہیں ہورہا تھا کہ وہ زبردستی بشاشت رکھ رہے تھے۔

"فیڈر بنانے گئی تھی۔"

"اس نامعقول کی بیٹی بہت پیاری ہے۔" انہوں نے بچی کے ماتھے پر پیار کیا۔ واصق بھی جھومتا ہوا آرہا تھا' شہریار سے سیل پر بات ہوئی تھی وہ عائشہ کے لیے فکرمند ہورہے تھے۔

"ننھی سی بچی کو اس کی ماں سے اتنا دور رکھا ہوا ہے۔" وہ خفگی سے نگاہ چرا کے گویا ہوئے۔

"بابا آپ نے بھی تو ایک بیٹے کو اس کے ماں باپ سے دور رکھا ہوا ہے۔" واصق کا ایسا غیر متوقع جملہ سن کے وہ لاجواب ہوگئے۔ ذکیہ بیگم آنکھوں آنکھوں میں اسے تنبیہہ کرنے لگیں۔

"یہ بات کہنے والے تم کیا ہمارے باپ ہوتے ہو تم نے میری کون سی مانی ہے جو وہ خود کو دور کیے وہاں بیٹھا ہے۔" وہ درشت لہجے میں خاصے بگڑے انداز میں بول رہے تھے۔ واصق جزبز ہوگیا' مگر فوراً ہی سنبھل گیا۔

"بابا میں تو آپ کی بات پر کہہ رہا تھا بھائی جان کی اتنی بڑی غلطی تو نہیں ہے عزت سے شادی کی ہے اور دیکھیے کتنی پیاری ان کی بیٹی ہے۔" اس نے فیڈر پیتی عائشہ کو پیار کیا۔

"یہ بچی اس کا کوئی کارنامہ نہیں ہے' ہمارے خاندان میں سب ہی پیارے ہیں۔"

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ نئے اُفق
ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے
امریکا' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے
6000 روپے
میڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے
5000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کرسکتے ہیں۔
رابطہ: طاہر احمد قریشی......0300-8264242
نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز
کمرہ نمبر: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔
فون نمبر: +922-35620771/2
aanchalpk.com
aanchalnovel.com
circulationngp@gmail.com

"واہ بابا! آپ تو ہار بھی مانتے ہیں اور اپنی انا بھی مقدم رکھتے ہیں۔" وہ سوچنے لگا۔

"جاؤ جاکے بچی کو دے کے آؤ اور اس نامعقول سے کہنا آئندہ اسے ماں کے بغیر نہیں بھیجے۔"

"بابا پھر آپ کی اجازت ہے بھائی جان کو یہاں لے آؤں۔"

"ذکیہ آپ کے دونوں بیٹے نکمے اور بے کار ہیں۔ انہیں باپ کا ذرا خیال نہیں ہے۔" وہ اب ذکیہ پر اپنا نزلہ گرانے لگے۔

"نہیں بابا ایسی بات نہیں کریں، ہمیں آپ کا بہت خیال ہے، ہم آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔" وہ حسن احمد کے قدموں میں بیٹھ گیا وہ اپنے باپ کو ایسا رنجور اور ملول کبھی نہیں دیکھ سکتا تھا، ہمیشہ دونوں نے اپنے ماں باپ کا خیال کیا تھا مگر شہریار نے جن حالات میں شادی کی تھی یہ بھی اس نے کسی لڑکی کی عزت بچانے کے لیے کی تھی۔

"آپ غصہ کو دور پھینک کے دیکھیں تو بابا آپ کے دونوں بیٹے آپ کی تربیت پر چل رہے ہیں، بھائی جان نے کسی لڑکی کو اگر عزت دی تو کیا برا کیا، آپ بھی تو ہمیشہ دوسروں کو عزت دینے کی ہی ترغیب کرتے آئے ہیں اور آپ یہ بھی تو دیکھیں ونیزہ بھابی بہت سادہ مزاج اور سب کا خیال کرنے والی ہیں، وہاں رہ کے بھی آپ کی ہی فکر میں رہتی ہیں، اپنے آپ کو مجرم سمجھتی ہیں کہ انہوں نے بھائی جان کو آپ سے دور کردیا، ورنہ حقیقت یہ تو نہیں ہے۔" واحق اتنے مدھم لہجے میں بول رہا تھا حسن احمد جیسے قائل ہوگئے تھے۔ ونیزہ اور فضا میں یہی فرق تھا ونیزہ دوسروں کی عزت کرنا جانتی تھی اور فضا سوائے نخروں کے کچھ نہیں جانتی تھی۔

"ہٹو یہاں سے مجھے آرام کرنا ہے۔" وہ لب بھینچ کے کھڑے ہوگئے۔ ذکیہ بیگم ننھی عائشہ کو کاٹ میں جھلا کے سلا چکی تھیں۔ انہوں نے اندازہ کرلیا تھا حسن احمد بہت تھک گئے ہیں۔

"پلیز بابا آپ بھائی جان کو گھر آنے کی اجازت دے دیں۔" وہ ملتجی لہجے میں ان سے گویا ہوا۔

"میں نے کبھی اسے یہاں سے نہیں نکالا وہ تو خود ہی یہاں سے چلا گیا تھا۔" لہجہ ٹوٹا ہوا اور افسردہ لگ رہا تھا۔

"بابا کیا بات ہے آپ بہت اداس ہورہے ہیں۔"

"جب جوان بیٹے ماں باپ کو تنہا چھوڑ دیں تو وہ ایسے ہی ہوجاتے ہیں، شہریار سے کہو ہماری بہو کو لے کے فوراً آجائے۔" وہ رکے نہیں یہ کہہ کر تیزی سے چلے گئے، ذکیہ بیگم کی آنکھوں میں خوشی و مسرت سے آنسو آگئے۔ واحق ان کے گلے لگ گیا۔

"جلدی جا ان دونوں کو لے آ۔" ذکیہ بیگم سے اور صبر نہیں ہورہا تھا۔ عائشہ کو بے اختیار اٹھا کے سینے سے لگالیا، ان کی پوتی کی بدولت سب کچھ ٹھیک ہوگیا تھا۔

❁......❁......❁

ونیزہ کو تو یقین نہیں آرہا تھا، واحق نے اتنی جلدی مچائی تھی کہ اسے پیکنگ تک کرنے نہیں دی فوراً ہی انہیں لے آیا تھا۔ چچا اور چچی جان کو بتادیا تھا، دریبا بھی حیران تھی۔ ننھی عائشہ کے گھر میں آتے ہی ایک رونق اور زندگی میں رنگ آگئے تھے۔ حسن احمد تو پوتی کو دیکھ کر نہال ہوتے رہتے تھے۔

"دیکھا اپنے بابا کو بیٹے کی اولاد کے آگے سارا غصہ بھول گئے۔" ذکیہ بیگم نے شہریار سے کہا۔ سب ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے اور حسن احمد کاٹ میں لیٹی عائشہ کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ ونیزہ ملازمہ کے ساتھ ناشتہ لگوا رہی تھی۔ آج اس کا دوسرا دن تھا گھر میں آتے ہی اس نے اپنی ذمے داریوں کو سمجھ لیا تھا۔

"ذرا جلدی ناشتہ کرو نو بجے میٹنگ ہے۔" حسن احمد نے شہریار سے کہا۔

"خود اتنی دیر سے پوتی کے ساتھ لگے ہوئے تھے یہ تو کب سے ناشتے سے فارغ آپ کا انتظار کررہا ہے۔"

"ہاں میں وہ بس اس کے ساتھ لگ گیا اس نامعقول کی اولاد ہے ہی اتنی پیاری۔" شہریار جھینپ کے مسکرانے لگے، ونیزہ کی بھی دبی دبی ہنسی نکلی تھی۔

"یہ واحق ابھی تک اٹھا نہیں۔"

"وہ بھائی کے آنے سے اطمینان سے ہوگیا ہے کہہ رہا تھا مجھے آفس کے کسی کام کے لیے نہیں کہا جائے۔"

"اس گھامڑ سے کہنا زیادہ پھیلے نہیں۔" حسن احمد ناشتہ کرنے لگے تھے۔

"ونیزہ بیٹے آپ واحق کے لیے بھی کوئی لڑکی دیکھیں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" ذکیہ تو حیران رہ گئیں۔

"بابا وہ ابھی اپنی تعلیم مکمل کرکے آیا ہے کچھ تو آزادی سے گھومنے پھرنے دیں۔" شہریار جھٹ گویا ہوئے۔

"اسے بھی جلدی باندھ دیا جائے تو اچھا ہے تاکہ یہ اپنی ذمہ داریوں کو تو سمجھے گا۔"

"ونیزہ وہ آپ کے چچا کی بیٹی ہے ناں کیا نام تھا بھلا سا۔" حسن احمد کو تو جیسے جلدی تھی۔

"دریبا۔" شہریار نے یاد دلایا۔

"اس کے لیے بات کرو کیونکہ ایسی ہی لڑکی ٹھیک رہے گی۔"

"بابا وہ لوگ حیثیت والے نہیں ہیں۔"

"مجھے لڑکی سے مطلب ہے اس کی حیثیت سے نہیں۔" وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ ونیزہ اور شہریار ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، کیونکہ حسن احمد میں ایسی حیران کن تبدیلی کسی اچھنبے کا باعث تھی۔

"واحق سے پوچھے بغیر بابا یہ سب کرنا مشکل ہے۔"

"جب تم ہم سے پوچھے بغیر اپنی شادی رچا سکتے ہو اس گدھے کی ہم اس سے پوچھے بغیر کریں گے۔" شہریار اور ونیزہ جزبز سے ہوکے رہ گئے۔ ذکیہ بیگم عائشہ کو گود میں لے کے بیٹھی ہوئی تھیں وہ بھی ان کی ایسی بات پر خفیف سی ہوگئی تھیں۔

"امی بابا تو ساری زندگی یہی طعنہ مارتے رہیں گے۔" شہریار کچھ افسردہ ہوگئے تھے۔

"میں نے طعنہ نہیں مارا ہے ویسے ہی ایک بات کررہا تھا، واحق کبھی اپنی چلائے اور شیرازی کی بیٹی کی بھی مرضی نہیں تھی اس لیے میں خاموش ہوگیا۔" حسن احمد نے ان کی بات سن لی تھی وہ وضاحت دینے پھر چلے آئے تھے۔

"جتنی جلدی ہوسکے یہ رشتہ ہوجائے۔"

"میں چچا جان سے ذکر کروں گی۔" ونیزہ نے مودب انداز میں کہا اسے حسن احمد سے ابھی بھی ڈر لگ رہا تھا جبکہ انہوں نے اسے کچھ بھی نہیں کہا تھا مگر واحق کے لیے چچا جان کی دریبا کے لیے کہنا یہ تو بہت ہی حیران کن بات تھی۔ واحق کی صبح دس بجے ہوگئی تھی۔ وہ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد ٹی وی دیکھنے لگا تھا۔ ونیزہ اور ذکیہ نے اس سے بات کری تھی وہ تو بیٹھے سے اچھل گیا تھا۔

"بھابی آپ کی کزن یان جائے گی۔" اس کی تو خواہش بن کہے پوری ہورہی تھی اسے کیا چاہیے۔

"تمہیں اعتراض نہیں کیا؟" ونیزہ کو حیرانگی ہورہی تھی کیونکہ واحق امریکہ سے اپنی تعلیم مکمل کرکے آیا تھا اس کی تو سوچ ہی کچھ اور ہوگی مگر دریبا کے لیے رضامندی دینا یہ انہونی بات تھی۔

"میں تو چچا اور چچی جان سے بات کروں گی وہ جو فیصلہ کریں گے اسے ماننا پڑے گا۔" واحق کو بدگمان ناراض سی دریبا نے اول روز سے ہی متاثر کیا تھا، وہ صاف گو لڑکی تھی اور بناوٹ و تصنع سے پاک تھی اور لڑکیوں کی طرح اس میں اٹھلانا اور اترانا نہیں تھا۔

"بابا یوں اچانک سے فیصلہ دیں گے مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا۔" وہ خود سے ہمکلام تھا۔

رات میں ہی ذکیہ بیگم ونیزہ کے ساتھ چلی گئی تھیں۔ واحق گھر میں تھا اور وہ انتظار کررہا تھا کیا جواب ملتا ہے۔ اسے اندازہ تو تھا وہ لڑکی اتنی جلدی مانے گی نہیں کیونکہ امیروں کے خلاف اس کے دل میں زہر جو بھرا ہوا تھا وہ بھی اس لیے کہ ونیزہ کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا وہ اسے بدگمان کرنے کو کافی تھا۔

❁......❁......❁

PRIME URDU NOVELS

دریبا تو حیرانگی کے سمندر میں غوطہ زن ہوگئی تھی' اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا بس ایک بات سوچی تھی کہ کیا غریبوں کی لڑکیوں کے لیے امیر گھروں سے رشتے نہیں آسکتے اور جبکہ انجانے میں سوچی گئی اس کی یہ بات سچ بھی ہوگئی تو وہ بے کل اور پریشان تھی' واصق احمد کا رشتہ یعنی ونیزہ کے دیور کا رشتہ وہ جانتی تھی وہ کتنے بڑے لوگ ہیں پھر بھی عام سے لوگوں میں رشتہ بھیج دیا...... مگر جب سے ونیزہ کی شادی ہوئی تھی وہاں اس کے سسر نے تو بے دخل ہی کردیا تھا وہ کب بھولی تھی وہ سب' ونیزہ کو شہریار نے الگ فلیٹ میں رکھا ہوا تھا' وہ شہریار کے بابا سے کچھ متنفر سی ہوگئی تھی اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے زبردستی یہ رشتہ بھیجا گیا ہو اور وہ اتنے بڑے گھر میں جانا ہی نہیں چاہتی تھی۔

''بجو کب سے سوچے جارہی ہیں اب رہنے بھی دیں۔'' اریبہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا وہ اچھل ہی گئی۔

''آپ کو امی بلارہی ہیں۔''

''خیریت تو ہے۔'' اس نے دیکھا نو بجنے والے تھے' رات کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

''خیریت ہی ہوگی۔'' دریبا اپنا زرد آنچل قرینے سے شانے پر ڈال کے امی کے کمرے میں آئی ابو بھی جیسے اس کے منتظر ہی بیٹھے تھے۔

''آؤ بیٹا بیٹھو۔'' انصر علی نے اسے سامنے والی چیئر پر بیٹھنے کو کہا۔

سلمٰی عشاء کی نماز کے بعد کی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ دریبا خاموش سی گھبرائی گھبرائی بیٹھ گئی۔

''بیٹا دیکھو میں لمبی چوڑی تمہید بالکل نہیں باندھوں گا' اس رشتے پر اگر تمہیں اعتراض نہیں ہو تو میں جواب دے دوں۔'' دریبا کا سانس رکنے لگا' اتنی جلدی فیصلہ اور وہ جو پچھلا پرپوزل تھا اسے بھی تو کوئی جواب نہیں دیا تھا' پھر اس کے لیے اتنی جلدی کیوں؟

''جی آپ نا کا جواب دے دیں۔'' اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں جکڑا۔

''بیٹا میں تو رضامندی دے رہا تھا۔'' اس کے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی۔

''ابو رشتہ اگر برابر والوں میں کیا جائے تو اچھا ہے ہماری حیثیت نہیں ہم ان کا مقابلہ کریں۔'' اس نے سمجھداری سے معقول وجہ کی ساتھ انکار کیا تھا۔ انصر علی اور سلمٰی حیرت وانبساط میں مبتلا ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

''بیٹا ونیزہ بہت زور دے کے گئی ہے' انکار نہیں کریں۔''

''ابو آپی کے ساتھ جو ہوا وہ تو ہم سے مخفی نہیں' اگر ہم حیثیت میں ان کے برابر ہوتے تو وہ ونیزہ آپی کو خوشی خوشی بیاہ کے لے جاتے۔'' وہ ان لوگوں سے زیادہ ہی بدگمان تھی جیسے وہ حسن احمد کو احساس دلانا چاہتی تھی پیسہ امیری کچھ نہیں ہوتا انسان کا کردار اور وقار سب سے بڑی دولت ہوتا ہے۔

''آپ مجھے مجبور نہیں کیجیے گا مجھے یہ رشتہ منظور نہیں۔'' وہ یہ کہہ کر رکی نہیں چلی گئی۔

''میری بیٹی بہت حساس ہے' اسے گوارہ نہیں کہ کوئی اسے گرا ہوا سمجھے۔'' انصر علی پرسوچ انداز میں گویا ہوئے۔

''میں تو چاہ رہی تھی اس کی بھی وہیں ہوجائے۔''

''جب وہ راضی نہیں تو زبردستی نہیں کرنی چاہیے۔'' انصر علی نے سلمٰی کو سمجھایا۔

سلمٰی کو رات دن اپنی دونوں بیٹیوں کی فکر تھی' بیٹیاں ایک فرض اور ذمہ داری ہوتی ہیں' جو پوری کرنا ہوتی ہے۔

❀......❀......❀

واصق کو جب اس کے انکار کی وجہ کا علم ہوا تو وہ تو سناٹے میں آگیا' حسن احمد بھی جز بز ہوگئے تھے۔ انہوں نے خود پھر دریبا سے بات کرنے کا سوچا' اور وہ انصر علی سے ملنے چلے آئے تھے۔

''چلو تمہیں بابا بلارہے ہیں۔''

''بجو یہ کیا ہورہا ہے؟'' دریبا کے تو وہم وگمان میں بھی

نہیں تھا کہ وہ یوں اس طرح آجائیں گے۔

''تمہارے انکار کی وجہ انہیں سمجھ نہیں آئی...... اسی لیے بابا خود سے چل کے آئے ہیں۔'' ونیزہ اس کے بالوں کو ہاتھ سے سنوارنے لگی۔

''بجو آپ میری بات کو سمجھیے میں نے کچھ سوچ کے ہی انکار کیا ہے۔'' وہ تو بوکھلائی اور سٹپٹا گئی تھی۔ ونیزہ اس کی کوئی بات سنے بغیر ڈرائنگ روم میں لے آئی تھی جہاں ذکیہ بیگم اور شہریار بھی موجود تھے۔ اس نے سلام کیا اور جھجکتی ہوئی گھبرائی ہوئی امی کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

''بیٹا...... ہمیں آپ کے انکار کی یہ وجہ کچھ سمجھ نہیں آئی' رشتہ برابر والوں میں ہی اچھا لگتا ہے یہ بات تو ٹھیک ہے اور ہم اسی لیے رشتہ کرنے آئے ہیں۔'' حسن احمد کو اس کی صاف گوئی اچھی لگی تھی۔ اس کی نگاہیں شرم وحجاب کی وجہ سے جھکی ہوئی تھیں' حسن احمد کے اپنائیت سے پر لہجے پر تو یقین ہی نہیں ہورہا تھا۔

''میں کوئی شروع سے پیسے والا نہیں تھا' میں بھی آپ لوگوں کی طرح تھا' بس قسمت نے ساتھ دیا محنت کی اور رنگ لائی' آج میں اتنا اسٹیبلش ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی وجہ سے۔ میں رشتہ اپنے برابر والوں میں ہی کررہا ہوں۔ اگر آپ اس لیے پریشان ہیں کہ میں نے ونیزہ بیٹی کو بہو تسلیم نہیں کیا تھا اس وجہ سے نہیں کہ یہ غریب تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ شہریار نے مجھے بتائے بغیر شادی کی اور میں اپنے بزنس پارٹنر کی بیٹی کے لیے زبان دے چکا تھا' بس مجھے اپنی بات کا پاس تھا' ساری ناراضگی کی وجہ بھی یہی تھی۔'' انہوں نے تفصیل سے ساری بات بتائی۔

''انصر علی اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے' چلیے ذکیہ آپ ہماری بیٹی کا منہ میٹھا کروائیں۔'' انصر علی بھی کچھ نہیں بولے کیونکہ انہوں نے بات ہی اتنی آسانی سے کلیئر کردی تھی انکار کی کوئی توجیہ نہیں بنتی تھی۔

دریبا کے منہ سے تو لگتا تھا الفاظ ہی نہیں نکل رہے تھے۔ باری باری اس کا سب نے ہی منہ میٹھا کروایا تھا' ونیزہ بہت خوش تھی۔

حسن احمد نے تو شادی کی تاریخ بھی جلدی کی سیٹ کرلی کیونکہ وہ شاید سمجھ گئے تھے دریبا کہیں کوئی بھی بات لے کے انکار نہ کردے۔

''حسن صاحب...... اتنی جلدی۔'' انصر علی گھبرا گئے۔

''انصر علی نیک اور اچھے کاموں میں دیر نہیں' ہمیں صرف آپ کی بیٹی چاہیے اور کچھ نہیں۔'' وہ مسکراتے ان کے ہاتھوں کو تھام کے گویا ہوئے۔

ذکیہ بیگم نے دریبا کے ہاتھ میں اپنی سونے کی دو چوڑیاں بھی پہنادی تھیں۔

''چچا جان دریبا کو ہم بہت پیار سے لے کے جائیں گے' آپ پریشان نہیں ہوں۔'' ونیزہ نے بھی انہیں تسلی اور اطمینان دلایا۔

دریبا اندر اپنے کمرے میں بیٹھی کلس رہی تھی۔ پتہ نہیں کیوں اسے ایسا بھی لگتا تھا کہ واصق کے دس بارہ چکر تو ضرور ہوں گے گوری میموں کے ساتھ اگر شادی کے بعد کوئی افیئر سامنے آگیا تو وہ تو بالکل بھی برداشت نہیں کرسکے گی۔ مسلسل لب کچل رہی تھی' اریبہ اسے چھیڑ رہی تھی۔ اسے بھی ڈانٹ کے بھگا دیا تھا۔ دو ماہ کے بعد کی تاریخ فکس کردی گئی تھی اس کی تو حالت ہی غیر ہونے لگی تھی۔

❀......❀......❀

واصق کو بابا کے اس اقدام پر بہت خوشی تھی۔ وہ تو سارا معاملہ ہی فٹ کرآئے تھے اور وہ مسلسل مسکرائے جارہا تھا۔ شہریار نے اس کے سر پر تھپکی دی۔

''ہاں...... ہاں مسکرالو بعد میں تو شاید مسکرانے کے لیے بھی سوچنا پڑے گا۔'' شہریار کو دریبا کی سچویشن کا اندازہ تھا اسی لیے اسے چھیڑ بھی رہے تھے۔

''کیوں آپ کی سالی صاحبہ اتنی خوف ناک ہے کہ مجھے ڈر لگے گا۔'' اس نے جھینپ کے بات کا تمسخر اڑایا۔

''اصول پسند اور ڈسپلن بہت ہے اور تم بے ترتیب انسان۔''

"کوئی بات نہیں آپ کی بھی تو سالی صاحبہ کی بڑی بہن نے بے ترتیبی ختم کردی دوسری کو بھی کرنے دیں اپنے بھائی پر یہ ظلم۔" وہ کارپٹ پر فلور کشن کے سہارے لیٹا اسکرین پر نگاہ جمائے ڈسکوری چینل دیکھ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو لقمہ دیتے رہے پھر بابا آ گئے تو دونوں ہی مودب بن گئے۔

"صاحب زادے آج آپ کا بھی آفس میں ہونا ضروری ہے۔"

"جی...... جی۔" جھٹ ریموٹ سے ٹی وی آف کیا اور اٹھ بیٹھا شہریار مسکرانے لگے۔

"سنیے گھر کی گاڑی تو خراب ہے آپ آفس کی گاڑی اور ڈرائیور بھیج دیجیے گا' بازار جانا ہے ونیزہ کو اور مجھے۔"

"امی پلیز ماسی کو بھی ساتھ لے کے جایئے گا' عائشہ کو سنبھال لے گی۔ آپ دونوں پریشان ہوں گی...... ونیزہ کی نہیں سنیے گا۔" شہریار کو اپنی بیٹی کا بہت خیال رہتا تھا۔

"تم پریشان نہیں ہو' میں ماسی کو ساتھ لے کے جاؤں گی۔" انہوں نے تسلی دی۔

واصق کی شادی کی وہ جلدی جلدی شاپنگ کررہی تھیں کیونکہ وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور وہ اس کی شادی پر اپنے سارے ہی ارمان نکالنا چاہتی تھیں۔ تیاریوں میں احساس ہی نہیں ہوا' شادی کے دن آ گئے' مایوں' مہندی کی رسم ایک ہی دن کرلی تھی' شادی اور ولیمے کا فنکشن تھا جس پر حسن احمد نے اپنے خاصے دوست احباب کو بھی بلایا تھا۔

ادھر دریا کا دل جانے کیوں وسوسوں میں گھرا ہوا تھا' ذکیہ بیگم نے اس کی بری شاندار بنائی تھی سارے رشتے دار حیران تھے۔ شادی کے سرخ لہنگے میں میچنگ جیولری میک اپ میں اس کا حسن تو نکھر گیا تھا اس پر روپ بھی خوب چڑھا تھا۔ انصر علی اور سلمیٰ نے تشکر بھرا سانس لیا اور اللہ کا بھی شکر ادا کیا تھا ان کی بیٹی کا بھی نصیب کھل گیا تھا۔

واصق شہزادوں کی سی آن بان لیے اسے رخصت کروا کے اپنے گھر لے آیا تھا۔ دریا کا گھبراہٹ کے مارے برا حال تھا' اس کے پاؤں بھی ادھر ادھر پڑ رہے تھے۔

"ونیزہ تم اسے بیڈ روم میں لے جاؤ میں کھانے وغیرہ کے لوازمات ماسی کے ہاتھ بھیجتی ہوں۔" ذکیہ بیگم نے کہا۔

بارات کے ساتھ جو مہمان آئے تھے ذکیہ بیگم پہلے انہیں رخصت کرنے چلی گئی تھیں۔

خوب صورت سا بیڈ روم مسحور کن خوشبو گلاب موتیے اور دنیا جہان کے پھول جتنے بھی تھے لگتا تھا سارے ادھر ہی ہیں۔

"واصق لگتا ہے خاصا رومینٹک ہے جب ہی بیڈ روم دیکھو کتنا خوب صورت ڈیکوریٹ کروایا ہے۔" ونیزہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ دریا سکڑ سمٹ کے بیٹھی ہوئی تھی' جانے کیوں اسے ایسا ہی لگ رہا تھا واصق نے حسن احمد کے دباؤ میں شادی کی ہے اور اس کے دس ہزار چکر ہوں گے۔

"بھابی جی وہ عائشہ رو رہی ہے شہریار بھائی بلا رہے ہیں۔" ماسی لوازمات سے پر ٹرالی اندر لائی تھی پیچھے پیچھے واصق بھی مسکراتا ہوا داخل ہوا تھا دریا کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ حنائی ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں پسینہ آ گیا۔

"آہہہم......" اس نے زوردار انداز میں کھنکارتے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

ماسی کے جاتے ہی اس نے کمرہ بھی لاک کرلیا تھا۔ وہ اس کے قریب بیٹھنے ہی والا تھا واصق کا سیل بپ دینے لگا۔

"اس وقت کون ہے؟" اس نے شروانی کی پاکٹ سے سیل نکالا۔

"اسے اس وقت فون کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟" وہ بڑبڑایا۔

"ایک منٹ ابھی آیا۔" وہ اٹھ کے باہر نکل گیا۔

"ضرور کوئی پرانا افیئر ہوگا۔" وہ دانت پیس کے اپنے اندر کے انتشار کو روکنے لگی' آدھے گھنٹے سے اوپر ہو گیا واصق نہیں آیا وہ اٹھی اور اپنے کپڑے اٹھا کر چینج کرنے چل دی۔

واصق اندر آیا تو اسے تو حیرانگی کا جھٹکا لگا' جیولری'

گجرے سارا کچھ بیڈ پر پڑا تھا۔

"یہ...... یہ تم نے کیا' کیا؟" دریا کو پنک قمیص شلوار میں دیکھ کے وہ تو غصے میں آ گیا۔ اس نے تو اس کا عروسی روپ ابھی تک دیکھا نہیں تھا پورا وقت وہ یہی سوچتا رہا اور خوش ہوتا رہا' آرام سے استحقاق سے وہ روبرو اپنے بیڈ روم میں اسے دیکھے گا۔

"کیا...... کیا۔" وہ انجان بنی۔

"دریا ہماری آج شادی ہوئی ہے...... آج ہماری......؟" آگے بولتے بولتے رک گیا کیونکہ وہ واش روم میں گھس گئی تھی۔

"یہ اپنے آپ کو سمجھ کیا رہی ہے؟" وہ بھنا کے رہ گیا اور خود بھی چینج کرکے آ گیا۔ وہ تلملا رہا تھا۔ مگر ضبط کیا ہوا تھا۔

"یہ تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔"

"یہ تو آپ کو خود پتہ ہوگا کون اچھا اور برا کررہا ہے۔" وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

"تم میرے ساتھ ایسا کیوں کررہی ہو۔" وہ ہراساں ہوا۔

"سوری میں تھکی ہوئی ہوں۔" وہ منہ پلیٹ کے لیٹ گئی۔ واصق ان ساری باتوں کا مطلب سمجھ گیا وہ ابھی تک ان لوگوں سے خائف ہے اسی لیے وہ ایسا کررہی ہے۔

"دیکھتا ہوں کب تک تم مجھ سے گریز کرتی ہو میں بھی واصق ہوں۔" اس نے بھی مصمم ارادہ باندھ لیا تھا۔ دریا کو زچ کرتا رہے گا۔ صبح بہت انوکھی اور نئی تھی واصق نارمل انداز میں سب سے ہی بات کررہا تھا البتہ وہ کچھ جھجکی ہوئی تھی۔

"بیٹا کچھ دیر آرام کرلو شام میں پھر ولیمے کے لیے تیار ہونے پارلر جانا ہوگا۔" ذکیہ بیگم نے اسے کہا جو شاید بیٹھے بیٹھے تھک گئی تھی گھر سے وجدان اور اریبہ آئے تھے مگر دریا ساتھ نہیں گئی تھی ونیزہ نے کہا ولیمے کے بعد آ جائے گی۔ اس دوران دریا کو تو چپ لگ گئی تھی ولیمے میں بھی وہ خاموش ہی تھی واصق ہی سارا وقت چہکتا رہا' اس کے دوست وغیرہ اس سے بھی ملے دریا زبردستی کی مسکراہٹ سجائے مل رہی تھی۔

ولیمے کے بعد دعوتیں ہونے لگی تھیں پھر حسن احمد نے کہا کہ وہ دریا کو لے کر گھومنے پھرنے نکل جائے مگر دریا حیل و حجت کرنے لگی۔

"ارے دریا تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تم دونوں کو تنہائی کے پل ملیں گے۔" ونیزہ معنی خیزی سے مسکراتے اسے چھیڑنے لگی۔ وہ اسے کیا کہتی وہ ایسا بالکل نہیں چاہتی کہ واصق کو اپنی کرنے کا موقع ملے۔

"ضروری ہے کیا جانا...... مجھے آپ سب کے ساتھ رہنا ہے۔" واصق نے لب بھینچ کے مسکراہٹ روکی۔

"ساتھ تو ساری زندگی رہنا ہے' اچھا ہے تم دونوں ایک دوسرے کو سمجھ لو گے۔" ونیزہ نے عائشہ کو اپنی گود میں اٹھایا۔ "بھائی آپ کی بہن لگتا ہے ہم سب سے کچھ خائف ہیں۔" اس نے کن انکھیوں سے دریا کو دیکھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے جھٹ کہا۔

"کچھ بھی کہو میں نے جانے کی ٹکٹیں کروالی ہیں کل اسلام آباد کے لیے روانہ ہونا ہے۔" وہ فیصلہ سنا کے اٹھ گیا۔

"مگر اتنی جلدی کیسے؟" وہ بوکھلا گئی۔

ونیزہ اور واصق ہنسنے لگے۔ دریا جھینپ کے رہ گئی۔

❁......❁......❁

اسلام آباد کے مہنگے ترین ہوٹل میں وہ رکے تھے۔ سارا سامان سیٹ کرکے وہ ستانے کے لیے بیڈ پر لیٹا' دریا اسے دیکھنے لگی' کتنے آرام سے وہ لیٹ گیا تھا۔

"تم بھی آرام کرلو۔"

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ کلس کے رہ گئی۔

"ایسے کب تک کرو گی اور کیوں کررہی ہو۔" کہنی ٹکا کے وہ اس سے استفسار کرنے لگا۔

"آپ یہ کمبل مجھے دیں میں نیچے کارپٹ پر سو جاؤں گی۔" اس نے واصق کے سوال کو نظر انداز کرکے اپنی صورت ایسی بنالی جیسے واقعی نیند آ رہی ہو۔

"اسلام آباد کی ٹھنڈ ہے کراچی کی نہیں تمہاری قلفی جم

جائے گی۔"

"کس نے کہا تھا اتنی ٹھنڈ میں نکلنے کو۔" وہ الٹا اس پر غصہ کر کے اپنی جھنجلاہٹ نکالنے لگی۔

"ایسے ہی موسم میں ہنی مون منایا جاتا ہے۔" وہ مسکرا کے اسے سلگانے لگا۔ دریا نے اسے گھورا اور بیڈ سے کمبل اٹھایا اور کاؤچ پر لیٹ گئی۔

"میں بھی دیکھتا ہوں کب تک آپ کی اکڑ چلتی ہے۔" اس نے دوسرا کمبل اٹھا کے اوڑھ لیا۔

پوری رات دریا کو نئی جگہ کی وجہ سے نیند ہی نہیں آئی اور پھر ان کی شادی کو ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا' واصق اسے یہاں لے آیا تھا اس کا وہ ہر طرح سے خیال کر رہا تھا اس نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا اس کی انجانے میں سوچی گئی باتیں اس طرح بھی پوری ہوں گی کل تک وہ امیر گھرانے میں شادی ہونے کے خواب دیکھتی تھی۔ لیکن جب سے ونیزہ کی شادی ہوئی تھی اس کی سوچیں بدل گئی تھیں حالانکہ حسن احمد نے اسے کتنا اپنی باتوں سے مطمئن کیا تھا مگر وہ واصق کی طرف سے مطمئن نہیں تھی۔

صبح آنکھ پہلے واصق کی ہی کھلی تھی گھر سے امی کی کال آئی تھی دونوں کی خیر خیریت پوچھ رہی تھیں۔ اس نے پھر دریا کو بھی اٹھایا۔

"دریا اٹھو مجھے بھوک لگ رہی ہے میں نے ناشتہ منگوایا ہے۔" اس نے دریا کا شانہ ہلایا۔ وہ بے ترتیب سی کمبل تانے سو رہی تھی' لمبے دراز سلکی بال منتشر ہو کے تکیے پر بکھرے ہوئے تھے اس نے بمشکل آنکھ کھول کے اسے دیکھا ایک دم پھر اسے یاد آ گیا وہ کہاں ہے جھٹ اٹھ کے بیٹھی۔ دوپٹہ شانوں پر برابر کیا کن انکھیوں سے واصق کو بھی دیکھا جو بلیو جینز پر جیکٹ پہنے سنورا نکھرا اس کے سامنے تھا۔

"جلدی اٹھو تیار ہو جاؤ...... ناشتہ کر کے ہمیں پھر نکلنا ہے۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا۔" ترش روئی سے وہ گویا ہوئی ہوٹل کے اس روم میں ہر چیز کی سہولت تھی اسے تو یہ تک گمان نہیں ہو رہا تھا وہ کہیں اور بیٹھی ہے۔ کیونکہ واصق کا روم بھی تو ایسا ہی جدید سہولیات سے بھرپور تھا۔

"دیکھو جو بھی نخرے کرنے ہیں اپنی سسرال میں جا کے کرنا مجھے تو تم یہاں بور مت کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

وہ لب بھینچ کے رہ گئی۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ تیار ہوئی' کاٹن کے پنک ایمبرائیڈری کے سوٹ پر خوب صورت سے سوئیٹر اور شال کے ساتھ وہ تیار تھی۔ واصق اپنا والٹ اٹھا ہی رہا تھا کہ سیل نے بپ دی۔

"تمہیں چین نہیں ہے وہاں امریکہ میں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا اور یہاں بھی پیچھے پڑی ہو۔" وہ جانے کس پر برہم ہو رہا تھا' دریا نے چونک کے اس کی بات سنی۔

"اچھا...... اچھا یار چیخ کیوں رہی ہو ابھی میں نکل رہا ہوں۔" اس نے دریا کو ہاتھ کے اشارے سے نکلنے کو کہا وہ دانت پیسنے لگی۔ دونوں ساتھ ساتھ کوریڈر سے نکل رہے تھے اور واصق کسی لڑکی سے باتوں میں مصروف تھا۔

"او کے واپسی پر کوشش کروں گا میں بند کر رہا ہوں۔" اس نے یہ کہہ کر کال بند کر دی تھی۔

"جان کو ہی آ جاتی ہے پتہ ہے یہ امریکہ میں بھی میرا دماغ چاٹ جاتی تھی۔" وہ روانی میں اسے بتا رہا تھا' جبکہ وہ پیچ و تاب کھا رہی تھی کیونکہ اس کا شک یقین میں بدل گیا تھا۔ اس کی زندگی میں پہلے ہی کوئی لڑکی موجود تھی۔

وہ اسے مختلف مقامات پر لے کے گھومتا پھرتا رہا۔ دریا کا ذرا بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔ نو بج گئے تھے دریا خاصی تھک گئی تھی مگر واصق نے کسی بڑے سے آہنی گیٹ کے آگے گاڑی روکی تھی۔ سیل نکالا اور کال کی۔

"سنو جلدی سے دروازہ کھول دو بھوک کے مارے حشر ہو رہا ہے۔" وہ پھر کسی سے مخاطب تھا۔

"یہ آپ کہاں لے آئے ہیں؟" وہ حیرانگی سے پوچھ رہی تھی۔ اسی دوران گیٹ کھلا واصق نے گاڑی اندر کی اور وہ لڑکی آندھی طوفان کی طرح اس کی طرف بڑھی تھی۔

"دھوکے باز فریبی مجھے بتایا بھی نہیں اور شادی کر لی۔"

وہ دریا کا خیال کیے بغیر واصق پر چڑھ دوڑی تھی۔

"آرام سے سانس تو لینے دو۔" واصق شاید دریا کے چہرے کی ناگواریت دیکھ چکا تھا اس لیے وہ ذرا سنبھل کے گویا ہوا۔

"آؤ اندر چلو آئیں دریا آپ بھی۔" اس نے دریا کا ہاتھ پکڑا اور اندر کی طرف بڑھ گئی وہ تو ان دونوں کی دوستی کی نوعیت جو سمجھ رہی تھی اسے سوچ کے غصہ آنے لگا۔ نبیلہ نے کھانا لگوایا اور ان دونوں کے لیے روم بھی سیٹ کروا دیا تھا مگر دریا کو اس دوران چپ لگی ہوئی تھی۔

❀......❀......❀

"تمہیں میں نے امریکہ میں کہا بھی تھا جب بھی شادی کرو ایک کال کر دینا مگر تم نے تو بتانا تک ضروری نہیں سمجھا۔" وہ واصق پر کشن اور جانے کیا کیا برسا رہی تھی۔

"اگر تمہیں کال نہیں کی تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم سے شادی کرنا تھی۔" دریا واصق کو روم میں نہ پا کے اسے دیکھنے کے لیے باہر آئی تھی مگر لاؤنج میں تو نبیلہ واصق کی درگت بنانے میں مصروف تھی اور وہ اپنے دفاع میں جانے کیا کیا نہیں کہہ رہا تھا۔

"تم پتہ نہیں کس مٹی کے بنے تھے اثر ہی نہیں ہوا میری محبت کا۔" دریا کے کانوں میں لگتا تھا کوئی بم پھٹا ہو۔ وہ تو سناٹے میں ہی آ گئی۔

"تم سے شادی کر کے مجھے پاگل نہیں ہونا تھا۔" واصق کی یک دم نگاہ ستون کے ساتھ کھڑی دریا پر پڑی جس کی رنگت تک اڑی ہوئی تھی اور وہ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ نبیلہ نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔

"دریا تم کب آئیں۔" وہ دونوں بوکھلا گئے۔

"جب آپ دونوں ایک دوسرے کی محبت کی نفی کر رہے تھے۔" طنز میں کہہ کر وہ رکی نہیں' دانت پیستی ہوئی اندر چلی گئی۔

"واصق یہ تو برا ہو گیا دریا لگتا ہے ناراض ہو گئی ہے۔" نبیلہ کو فکر ہوئی۔

واصق بھی حواس باختہ ہو گیا دریا کے پیچھے روم میں بھی آیا' اس کا چہرہ تنا ہوا تھا۔ دریا کا شک ٹھیک نکلا' نبیلہ اس کی محبت تھی اور اس سے شادی ہو گئی۔

"دریا جیسا تم سوچ رہی ہو ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"میں کچھ نہیں سوچ رہی یہ بتائیے ہم یہاں سے کب چلیں گے۔" انداز روکھا اور سرد مہر تھا وہ واصق پر نگاہ ڈالنا بھی عبث سمجھ رہی تھی۔

"کھانے کے بعد چلیں گے نبیلہ ایسے تو جانے نہیں دے گی' اس کی فیملی ہے سب سے مل کے جائیں گے۔" وہ قدرے توقف کے بعد رک رک کے گویا ہوا۔

دریا مٹھیاں بھینچ کے اندر کے انتشار کو روکنے کی پوری کوشش کر رہی تھی اس کا لگتا تھا سانس رک رہا ہو وہ ایک منٹ یہاں رکنا نہیں چاہتی تھی۔

"اس کی فیملی سے مل کے کیا پرانا رشتہ جوڑنا ہے۔" پھر طنز میں ڈوبا تیر پھینکا۔ واصق کو اس کی صورت دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی وہ مکمل غلط فہمی میں گرفتار ہو گئی تھی اور اسے اس سچویشن پر مزا آ رہا تھا۔

"رشتہ تو پہلے سے جڑا ہوا ہے بس فیملی سے تمہیں بھی ملا دوں کیونکہ بعد میں آنا جانا تو لگا رہے گا۔"

"جی......!" وہ تو بیٹھے سے کھڑی ہو گئی۔ "مجھے فوراً کراچی جانا ہے' نہیں رہنا آپ کے ساتھ آپ کے پرانے افیئرز تھے ان سے ہی کیوں نہیں کی شادی۔" وہ بری طرح غصے میں اندر ہی اندر تپ رہی تھی۔

"ضرورت محسوس نہیں کی۔" وہ مسکراہٹ روک کے گویا ہوا۔

"دیکھو کراچی جانے کی تو بات نہیں کرو کیونکہ نبیلہ بالکل بھی ابھی جانے نہیں دے گی۔"

"ٹھیک ہے آپ رہیے اپنی نبیلہ کے ساتھ۔" وہ سیل پر نمبر ملانے لگی۔

"کسے کال ملا رہی ہو۔" واصق کو اندازہ ہو گیا کہ وہ ضرور گھر کال کر رہی ہے۔

"شہریار بھائی کو کر رہی ہوں وہ مجھے لینے آ جائیں۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" اس نے سیل

جھپٹ لیا۔

”دیکھیں آپ اور نبیلہ میری توہین نہیں کر سکتے...... اگر آپ کو نبیلہ کے ساتھ رہنا ہے تو رہیے مجھے جانے دیں۔“ اس نے آواز میں درشتگی اور ناگواری ہنوز رکھی۔

”واصق...... واصق......“ نبیلہ کی آواز آرہی تھی۔ وہ دریا میں الجھا ہوا تھا۔

”ارے آوازیں کیوں دے رہی ہیں اندر آجایئے آپ ہی کا روم ہے گھر ہے۔“ دریا نے طنزیہ کہا۔ نبیلہ چوکھٹ پر کھڑی تھی نگاہوں میں پشیمانی تھی۔

”دریا آپ شاید غلط سمجھ رہی ہیں۔“

”میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا پھر بھی شاید کہہ رہی ہیں۔ اگر آپ کا انٹرسٹ واصق میں تھا تو آپ نے کیوں نہیں کہا ان سے اور یہ سب تماشہ دکھانے کے لیے مجھے یہاں لائے۔“ وہ روہانسی ہوگئی تھی۔

”واصق تم نے انہیں بتایا نہیں؟“ وہ تو گھبرا ہی گئی دریا کا رنگ یکلخت بدل جو گیا تھا۔

”میں نے یا تم نے ایسا کیا جرم کردیا‘ ارے ہم فرینڈ ہیں اس طرح تو چلتا ہی ہے۔“ واصق بات کو دوسرے رخ پر لے جارہا تھا۔

”ارے واصق بیوی ہے یہ تمہاری۔“

”غلطی سے...... میں تو پہلے ہی راضی نہیں تھی میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ؟“ دریا اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کے رہ گئی۔ واصق نے اشارے سے نبیلہ کو چپ رہنے کو کہا۔

❀......❀......❀

دریا روم میں تھی وہ واصق سے بات تک نہیں کررہی تھی۔ سیل تک واصق نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔

”کتنا ڈھیٹ انسان ہے ذرا اسے شرمندگی نہیں اور اسی لڑکی کی سائیڈ لے رہا ہے۔“ وہ دانت پیس رہی تھی۔ نبیلہ کتنی دفعہ اسے کھانے کا پوچھ چکی تھی مگر وہ بات ہی نہیں کررہی تھی۔

”گھر جاکے میں سیدھی امی ابو کے پاس چلی جاؤں گی مجھے اپنی بے عزتی ذرا بھی گوارا نہیں۔“ وہ سوچے جارہی تھی۔

کافی ٹائم گزر گیا تھا واصق اندر نہیں آیا تھا اور وہ کلاک پر نگاہ جمائے ہوئے تھی۔ گھر میں چہل پہل ہورہی تھی۔ بچی کے رونے کی بھی آواز آرہی تھی اور کوئی شخص لگتا تھا وہ نبیلہ سے لڑ رہا تھا یا پھر وہ غصہ کررہا تھا اور واصق درمیان میں بولے جارہا تھا۔ پھر کچھ ہی دیر میں وہ لوگ باتیں کرتے ہوئے ادھر کی طرف آرہے تھے۔ دروازے پر وہ تینوں ہی کھڑے تھے۔ دریا سنبھل کے بیٹھ گئی۔ دریا کو اچانک سے اتنے شور شرابے پر حیرانگی تھی بچی کی بھی آوازیں تھیں۔

”السلام علیکم بھابی۔“ آنے والے نے زوردار انداز میں بڑے فریش موڈ میں سلام کیا تھا اس کے پیچھے نبیلہ چھ ماہ کی بچی کو گود میں لیے ہوئے تھی اور کچھ ندامت میں گھری ہوئی تھی۔ وہ تو گڑبڑا گئی سلام کا جواب بھی دینا بھول گئی۔

”بھابی مجھے پتہ ہے ضرور اس بے وقوف عورت نے آپ کے درمیان غلط فہمی ڈال دی ہوگی۔“ ارسلان بولا تھا۔

”ارسلان...... ایسی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی دریا کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“ واصق وضاحت دینے لگا۔ دریا بیٹھے سے کھڑی ہوگئی وہ کیا بول رہا تھا وہ حواس باختہ ناسمجھی کی کیفیت میں ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

”اصل میں بھابی میں صبح ہی نکل گیا تھا ورنہ آپ سے ملاقات کرکے جاتا یہ دونوں تو وہاں امریکہ میں بھی ایسے ہی لڑتے تھے ان کی لڑائیاں پوری یونیورسٹی میں مشہور تھیں۔“ ارسلان خوشگوار انداز میں اسے بتارہا تھا۔

”سوری دریا اصل میں...... میں بھول گئی تھی واصق کی شادی ہوگئی ہے اس کی بیوی کو برا لگ سکتا ہے۔“

”اچھا یہ بتاؤ نبیلہ جب میں تم سے لڑتا تھا وہاں‘ کبھی ارسلان کو برا نہیں لگتا تھا‘ جبکہ تم دونوں کی شادی ہوگئی تھی۔“ واصق نے دریا کو گویا جتایا‘ وہ چونک کے اس کی بات پر غور کرنے لگی۔

”ارے یار واصق کیوں بھابی کو پریشان کررہے ہو ہنی مون پر آئے ہو خوشی خوشی انجوائے کرو۔“ ارسلان نے بات کو ادھر ادھر کیا۔ دریا کو شرمندگی ہوئی وہ تو نبیلہ کو غلط سمجھ رہی تھی وہ شادی شدہ اور ایک بچی کی ماں بھی تھی۔

”بھابی اس کا کوئی افیئر وغیرہ کبھی رہا ہی نہیں‘ میں تو حیران ہوتا تھا کہ اسے کوئی لڑکی پسند ہی نہیں آتی۔“

”پھر یہ نبیلہ کیا بول رہی تھی۔“ دریا کا ذہن ابھی بھی الجھا ہوا تھا‘ مگر اندر کے سوال کو زبان پر نہیں لائی تھی۔

”اصل میں نبیلہ کا بچپنا نہیں گیا جبکہ ایک بچی کی ماں بن گئی ہے۔“ ارسلان نے ننھی اریبہ کو گود میں لیا۔ ارسلان پتہ نہیں اسے اور کیا کیا بتارہا تھا وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔ واصق نے اس تمام عرصے میں جان لیا وہ کسی مخمصے میں الجھی ہوئی ہے۔

اس نے لنچ بھی برائے نام ہی کیا‘ نبیلہ تو نارمل طریقے سے اپنی میزبانی نبھا رہی تھی جبکہ وہ خاموش ہی رہی تھی۔

”دریا پلیز سوری۔“ وہ سوری کرنے لگی۔

”سوری کی آپ کو ضرورت نہیں ہے غلطی ان کی ہے اگر یہ بتادیتے تو میں آپ کو اتنا کچھ نہیں سناتی۔“ وہ خود بہت شرمسار تھی نبیلہ سے آنکھ بھی نہیں ملا رہی تھی۔

”واصق کی اور آپ کی جوڑی بہت زبردست ہے اور واصق ایسی ہی لڑکی کے لیے ڈیزرو کرتا تھا‘ اس نے کبھی وہاں کسی لڑکی کو بری نظر سے نہیں دیکھا۔ میری اور ارسلان سے اس کی بہت دوستی تھی ہماری فیملیز وہیں تھیں اور ہم آپس میں کزن بھی ہیں۔ ہماری شادی وہیں ہوئی تھی مگر رخصتی اس وقت ہوئی جب ارسلان کی فیملی یہاں پاکستان آگئی‘ میں بھی یہیں آگئی اور یہ ہماری چھوٹی سی پیاری سی دنیا ہے ارسلان کے امی ابو عمرے پر گئے ہوئے ہیں ورنہ میں آپ کو ان سے بھی ملواتی۔“ نبیلہ اسے تفصیل سے سب بتارہی تھی۔

”نبیلہ چائے تو بناؤ۔“ ارسلان نے کہا۔

واصق اور دریا چائے کے بعد جانے کی تیاری کرنے لگے تھے مگر ارسلان نے نہیں جانے دیا بلکہ زبردستی ان کا سارا سامان ادھر ہی منگوالیا‘ حالانکہ دریا کا رکنے کا دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا واصق نے فیصلہ کیا اسے ان دونوں میں واپس چلے جانا چاہیے۔

❀......❀......❀

وہ ہنی مون سے واپس آکے میکے رہنے کی تیاری کررہی تھی واصق اس کا ارادہ بھانپ گیا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ دونوں گھرانوں میں کوئی بدمزگی ہو وہ دریا کو خوش رکھنا چاہتا تھا مگر اس کی چھوٹی سی شرارت نے دریا کو دور کردیا تھا‘ ایک تو وہ پہلے ہی اس سے گریز برتتے ہوئے تھی۔

”تمہیں جانے کی کیوں جلدی ہورہی ہے‘ کل ہی تو آئی ہو۔“ ونیزہ کو تشویش بھی ہورہی تھی کیونکہ ایک ہفتے کے اندر دونوں واپس آگئے تھے ذکیہ نے حسن احمد سے بھی حیرانگی کا اظہار کیا تھا۔

”بس آپی دل کررہا ہے کہ آزادی سے لمبی تان کے سونے کا۔“ دونوں کچن میں تھیں شام کی چائے بنارہی تھیں حسن احمد اور شہریار بھی جلدی گھر آگئے تھے۔

کافر کافر کہتا جائے
فتویٰ مجھ پر لگتا جائے
تیرا مسلک میرا مسلک
لڑتے لڑتے مرتا جائے
دولت کے لالچ میں آکر
منصب، مذہب کھوتا جائے
دور حاضر کا یہ انساں
اپنے ہاتھوں مرتا جائے
بدقسمت تو ظالم بھی تو
اس بدبو میں سڑتا جائے
نیکی کرنا مرضی تیری
لکھنے والا لکھتا جائے

شاعرہ...... فاطمہ عبدالخالق۔ فیصل آباد

PRIME URDU NOVELS

"خیریت تو ہے تم دونوں میں کوئی جھگڑا تو نہیں ہوگیا؟" ونیزہ نے پنک کپڑوں میں ملبوس دریبا کو بغور دیکھا اس کے چہرے سے صاف لگ رہا تھا وہ کچھ چھپا رہی ہے۔

"آپی میرے ساتھ ہی نہیں واحق کے ساتھ بھی ٹھیک نہیں ہوا۔" وہ یک دم ہی گویا ہوئی۔ ونیزہ ٹرالی ترتیب دے رہی تھی اس کی غیر متوقع بات پر حیرانگی سے دیکھنے لگی جیسے وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"دریبا یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"آپی واحق کسی لڑکی کو پسند کرتے ہیں۔" واحق کچن کی ہی طرف آرہا تھا دریبا کی باتیں سنیں تو وہ سناٹے میں آگیا اور یہ باتیں بڑوں تک پہنچ گئی تو بہت برا ہوگا' بابا پہلے ہی اسے وارننگ دے چکے تھے۔

"واحق اگر تمہاری وجہ سے مجھے کوئی بھی شرمندگی اٹھانی پڑی اس لڑکی کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے یاد رکھنا میں تمہیں گھر سے نکالنے میں دیر نہیں کروں گا۔" بابا کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔

"ارے باپ رے باپ یہ تو برا ہوگیا۔" عائشہ اس کی گود میں تھی وہ کچن میں آگیا تھا۔ ونیزہ نے فہمائشی نگاہوں سے واحق کو دیکھا۔ دریبا تو فوراً ہی اس کے پیچھے سے نکل گئی تھی۔

"بھابی دریبا کیا کہہ رہی تھی؟"

"جو وہ کہہ رہی تھی تم جانتے ہو۔" ٹرالی میں اس نے کیتلی رکھی اور کپ اور ساسر کو ترتیب سے وہ نیچے کے پورشن میں رکھنے لگی۔

"بھابی ایسی کوئی بات نہیں ہے' کیا آپ کو لگتا ہے میں ایسا ہوں گا۔"

"پھر وہ نبیلہ کا کیا قصہ ہے؟" وہ ٹرالی کھسکا کے کچن سے نکلنے لگی عائشہ کو اس نے تھاما ہوا تھا۔

"وہ تو بس مذاق تھا نبیلہ سے میری کوئی ایسی وابستگی نہیں تھی اور نہ ہی ہے۔"

"وہ تو غلط ہی سمجھ رہی ہے دیکھو واحق دریبا حقیقت پسند لڑکی ہے اور میرے چچا اور چچی جان بہت حساس طبیعت کے ہیں وہ ایسی کوئی بات برداشت نہیں کرسکیں گے' دیکھو تم ہم غریب لوگوں کو مذاق کا نشانہ نہیں بناؤ' ہمارا نصیب ہے جو ہم دونوں کزن اس بڑے گھر کی بہوئیں بن گئیں' اس سے زیادہ توہین نہیں کرنا کہ تمہیں سنبھالنا مشکل ہوجائے۔" ونیزہ بھی افسردہ ہوگئی تھی وہ اس گھر میں آ تو گئی تھی مگر اپنا ماضی نہیں بھولی تھی۔ دریبا رات میں ہی چلی گئی تھی واحق تو چور بن گیا تھا۔

❀......❀......❀

دریبا کا دل ٹوٹ گیا تھا نبیلہ کی باتیں بھولتی ہی نہیں تھیں۔

"آپی وہاں کہاں کہاں کی سیر کی آپ نے۔" وجدان اس کے پاس آکے بیٹھا' اسے جاننے کی بھی بے چینی تھی۔

"زیادہ گھومے ہی نہیں ٹھنڈ ہی اتنی ہو رہی تھی۔" اس نے بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔

"آپی آپ اسلام آباد گئے تھے وہاں کا موسم کتنا زبردست ہوگا۔" اریبہ اسے دیکھ کر رشک کرنے لگی۔

"اچھا چلو جاؤ تم لوگ یہاں سے مجھے نیند آرہی ہے۔" وہ کمبل کھول کے خود پر ڈالنے لگی۔

وجدان منہ بناتا ہوا اٹھ گیا' جبکہ اریبہ اپنے اسکول کا کام کرنے لگی دریبا کا ذہن الجھا ہوا تھا واحق مسلسل اسے کال کیے جا رہا تھا مگر وہ ریسیو نہیں کر رہی تھی۔ اریبہ نے اس کا سیل پھر اس کے ہاتھ میں دیا۔

"آپی واحق بھائی کی کال ہے۔"

"کہہ دو سو رہی ہوں۔" اس نے سیل واپس اس کے ہاتھ میں تھمایا۔ دریبا نے بھی سوچ لیا تھا وہ واحق سے کوئی بات نہیں کرے گی اور ہرگز نہیں جائے گی۔

امی اور ابو سے تھکن کا بہانہ کرکے وہ رک گئی تھی ورنہ امی کو سب سے زیادہ اس کی فکر ہوتی' مگر انہوں نے اندازہ لگایا تھا وہ کچھ چپ چپ سی ہے ورنہ شادی کے بعد تو لڑکیاں کھل جاتی ہیں مگر دریبا انہیں مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی انہیں اندیشے ستا رہے تھے وہ پہلے ہی اس رشتے پر

راضی نہیں تھی۔

❀......❀......❀

اسے گئے ایک ہفتے سے اوپر ہوگیا تھا اور عقدہ بھی کھل گیا تھا واحق کو تو بابا نے خوب ہی سنائی تھی اور وہ شرمندہ شرمسار فکرمند دانتوں میں انگلیاں چبا رہا تھا۔ ذکیہ بیگم نے تاسف سے سر ہی پکڑ لیا تھا۔

"مجھے اس نالائق سے یہی توقع تھی کیا ضرورت تھی تمہیں اپنے فرینڈز کے گھر جانے کی۔" وہ اسے سخت سست سنانے لگے۔

"بابا چھوڑیں اس کے فرینڈز ہیں کیا ہوگیا جو چلا گیا۔" شہریار کو اس کی حالت پر ترس آرہا تھا۔

"تم تو چپ ہی رہو اس نامعقول نے بہت غلط کیا ہے۔ بیوی کو پہلے اپنے فرینڈز کے بارے میں بتاتا پھر ہی ملتا اور یہ گھومنے پھرنے کے لیے اسے لے کے گیا تھا' فرینڈز کی گیدرنگ میں نہیں۔"

"سوری بابا بس بھی کریں اور کتنا ڈانٹیں گے۔" واحق نے منمناتے اپنی روہانسی صورت کے ساتھ کہا۔

"آپ پلیز خود بات کریں۔"

"کوئی بات نہیں کروں گا اور نہ ہی کوئی تمہاری حمایت میں بات کرے گا' سب کان کھول کے سن لیں' خاص طور پر ونیزہ میں تم سے کہہ رہا ہوں' اس پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔" انہیں شاید اندازہ تھا وہ ونیزہ کو اپنا حمایتی بنا کے بھیجے گا۔ ونیزہ جز بز ہوگئی' ذکیہ بیگم کی بھی آگے سے بولنے کی ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی۔

"میں نے تمہاری ہر حرکت معاف کی ہے مگر یہ میں معاف نہیں کروں گا وہ پہلے ہی اس شادی کے لیے تیار نہیں تھی شاید انہی باتوں کی وجہ سے۔" وہ اسے اچھی طرح سنانے کے بعد وہاں سے اٹھ گئے۔

"امی یہ سب کیسے ہوگا؟" وہ بہت فکرمند اور بے حال بھی ہو رہا تھا۔

"جب معاملہ بگاڑا ہے تو سنبھالو بھی تم ہی۔ کیا ضرورت تھی تمہیں مذاق کرنے کی۔" ذکیہ بیگم کو واحق کی حالت پر فکر بھی ہو رہی تھی ایک ہفتے سے کتنا پریشان تھا دریبا سے بھی بات نہیں ہو رہی تھی۔ شہریار اور ونیزہ دو دفعہ اس سے ملنے جا چکے تھے' چلنے کو بھی کہا تھا مگر اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔

واحق نے آئندہ مذاق سے توبہ کرلی تھی اسے کیا پتہ تھا یہ اسے مہنگا پڑے گا اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ سچ کہا ہے کسی نے مذاق بھی کرو تو ایک حد میں رہ کے کسی کی دل آزاری نہیں ہو۔ اس نے پھر سیل پر اسے کال کی۔

"اریبہ دریبا سے بات کروادو۔"

"واحق بھائی آپی نہا رہی ہیں۔" اس کی آواز آئی واحق کا منہ اتر گیا جانے وہ سچ کہہ رہی تھی یا جھوٹ۔

"اچھا میری بات کروا دینا تم خود...... وہ مجھ سے بات نہیں کر رہی۔"

"جی اچھا۔" وہ جھٹ بولی۔

وہ اپنے بیڈروم میں ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا ابھی شادی کو ایک ماہ بھی نہیں ہوا تھا اور دونوں میں رنجش ہوگی تھی۔

میں کس طرح بتاؤں

میرے وطن میں اب جو حالات ہو رہے ہیں
میں کس طرح بتاؤں کیا عذاب ہو رہے ہیں
پہلے نہیں تھا ایسا میرا وطن اے لوگو
اب ظلم ہی ہر سُو بے حساب ہو رہے ہیں
مائیں تڑپ رہی ہیں بچے بلک رہے ہیں
سایہ نہیں ہے سر پہ نیلام ہو رہے ہیں
اُن بہنوں پہ کیا ہے گزری کوئی تو اُن سے پوچھے
جن کے بھائیوں کے قتل سرِ عام ہو رہے ہیں
جن نوجوانوں کو بننا تھا اِس قوم کا مقدر
اب اُن کی لاشوں سے قبرستان آباد ہو رہے ہیں
جن کے سہاگ اُجڑے اُن کا نہ حال پُوچھو
اُن کی ویران آنکھوں میں جو سوال ہو رہے ہیں
کوئی تو آ کر کہہ دے یہ خواب تھا اے لوگو
اِس خواب کو بھلا دو کہ گُل شاداب ہو رہے ہیں

شاعرہ: آبرو نبیلہ اقبال (راولپنڈی)

السلام علیکم

ہمیں اپنے نئے بلاگ (ویب سائیٹ) کے لئے رائٹرز کی

ضرورت ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی ممبر ناول، افسانہ،

ناولٹ لکھنا چاہے تو ہم سے کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔ اپنی تحریر

اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی

کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتہ کے

اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ہمیں

ای۔میل کریں یا ان بکس میں میسج کریں۔

شکریہ

Email Address: - aatish2kx@gmail.com

”چل واصق تجھے ہمت کرنی ہی پڑے گی ورنہ بابا تو گھر سے نکال باہر کریں گے۔“ وہ بھی ہاتھ لے کے فریش ہوگیا۔ بلیک پینٹ پر گرے شرٹ میں ملبوس سنورا نکھرا ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ اسے دربا کو منانا ہی تھا اپنی زندگی کو منانا ہی تھا۔

❀......❀......❀

کب سے وہ آیا بیٹھا تھا انصر علی سے باتوں میں بھی لگ گیا تھا اریبہ شام کی چائے کے ساتھ کافی کچھ لوازمات لائی تھی۔ وجدان سے بھی اس کی خاصی گپ شپ ہوئی۔

”آنٹی دربا تیار ہوگئی ہے مجھے گھر جانا ہے۔“

”بیٹا میں نے کہہ تو دیا ہے ایسا کرو تم خود اندر چلے جاؤ۔“ وہ سمجھ گئی تھیں ان دونوں میں کوئی ناراضگی ہے کیونکہ دربا نے انہیں کچھ نہیں بتایا تھا وہ ماں تھیں اولاد کا چہرہ دیکھ کے ماں تو بھانپ جاتی ہے کہ وہ کیوں پریشان ہے یا کوئی الجھن اور فکر ہے۔ انصر علی عصر کی نماز کے لیے چلے گئے تھے وہ اٹھ کے اندر کی طرف جانے لگا۔

دروازے پر دستک دے کر وہ اندر آ گیا صاف ستھرا نفیس سا کمرا تھا سنگل بیڈ ایک واڈروب اور رائٹنگ ٹیبل سائیڈ پر دیوار گیر بڑا سا شیشہ تھا۔ اسے دیکھ کر گڑبڑا گئی اسے یہ اندازہ نہیں تھا وہ یوں اچانک سے اندر آ جائے گا' کاسنی کپڑوں میں ناراض ناراض سی اسے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

”یہ کیا طریقہ ہے سیل تک آف رکھتی ہو بات بھی نہیں کرتی' کب تک ایسا کرو گی۔“ وہ ناراضگی اور خفگی سے گویا ہوا۔ اور اس کے مقابل آ کے کھڑا ہوگیا۔ گہری نگاہیں اس پر جمادی تھیں۔

”میرے خیال میں ہمیں یہ رشتہ ہی ختم کر دینا چاہیے کیونکہ بالکل میچ نہیں ہوتا۔“ وہ یک دم ہی بولی۔

”ک...... ک...... کیا؟“ واصق کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔

”مجھ میں اتنا ظرف اور برداشت نہیں آگے زندگی میں قدم قدم پر آپ کے راز سامنے آتے رہیں گے۔“ وہ پشت پھیر کے بڑی معنی خیزی سے طنز کرنے لگی۔

”دربا میں تم سے معافی مانگتا ہوں سوری۔“

”کیا سوری' اتنی آسانی سے سوری...... آپ کیا سمجھ رہے ہیں جو کچھ ہوا وہ ٹھیک تھا اور بعد میں بھی ٹھیک ہوتا رہے گا۔ بالکل بھی نہیں' میں اسی وجہ سے اس شادی کے خلاف تھی' آپ فرنگیوں کے ملک میں رہتے ہیں ضرور آپ کے سابقہ عشق نکل کے سامنے آتے رہیں گے۔“

”جسٹ شٹ اپ......“ دبی دبی آواز میں چیخا تھا کیونکہ ایسی الزام تراشیاں وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

”میں نے نبیلہ کے ساتھ مل کر تمہیں بے وقوف بنانے کے لیے مذاق کیا تھا اور کچھ نہیں تھا۔ نبیلہ اور ارسلان شروع سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ تم مجھ سے دور دور تھیں اس لیے یہ مذاق کرلیا شاید تمہیں شراکت برداشت نہیں ہو اور تم میرے قریب آ جاؤ' مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ تم میرے متعلق کیا' کیا اخذ کرتی رہیں اگر میں ایسا ہوتا تو کب کا اپنی مرضی سے وہیں امریکہ میں شادی کر لیتا اور تمہارے لیے راضی نہیں ہوتا۔ ارے اگر میرے متعلق کوئی غلط فہمی تھی تو مجھ سے کلیئر تو کرتیں' تمہاری وجہ سے بابا سے الگ ڈانٹ سنی...... اگر تم گھر نہیں آئیں تو وہ مجھے گھر میں گھسنے نہیں دیں گے۔“ وہ بولتا جا رہا تھا اور دربا حیرانگی سے سنتی رہی۔

”دربا میں تو تمہیں چپکے چپکے چاہنے لگا تھا...... اگر میں کسی کو پسند کرتا تو پہلے ہی کر لیتا مجھے تمہاری معصومیت اور صاف گوئی بہت اچھی لگی تھی تم میں اور لڑکیوں کی طرح عیاری اور دکھاوا نہیں تھا میں تو دل ہار بیٹھا تھا۔“ وہ قدرے توقف کے بعد پھر گویا ہوا۔

”اور تم نے نبیلہ کو سنا تو دی بے چاری روز کال کرتی ہے یہی پوچھنے کے لیے کہ تمہاری ناراضگی ختم ہوئی یا نہیں۔“ وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کے سانس بحال کرنے لگا۔

”تمہیں چلنا ہے تو آ جاؤ ورنہ میں جا رہا ہوں تمہارا جب دل کرے آ جانا۔“ وہ بہت رنجور اور دل گرفتہ ہوگیا تھا۔ دربا کو کچھ وقت سوچنے کے لیے دینا چاہتا تھا۔

”دربا پلیز دل و دماغ سے سوچنا رشتے کوئی کھلونے نہیں ہیں جو توڑ دیے جائیں ان سے جذباتیت کا بھی رشتہ ہوتا ہے' میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا اور اگر تمہیں مجھے اذیت دے کے خوشی ملتی ہے تو ٹھیک ہے' تم یہاں جتنا دل چاہے رہو' مگر رشتہ توڑنے کی بات نہیں کرنا۔“ اس نے دربا کا نرم و ملائم ہاتھ بڑے پیار سے اپنے ہاتھ میں لے کے سہلایا۔

”اور ہاں میں تو گھر جانے والا نہیں جب تک تم یہاں ہو میں بھی تمہارے ساتھ یہیں رہوں گا۔“

”جی......“ وہ کرنٹ کھا کے پیچھے ہوئی۔

”بالکل بھی نہیں امی اور ابو کو پتہ چل جائے گا۔“ وہ تو گھبرا گئی۔

”اچھا ہے اسی طرح انہیں بھی پتہ چلے وہاں ادھر میرے گھر میں بھونچال آیا ہوا ہے' اچھا ہے ادھر بھی آ جائے گا۔“ وہ اسے تنگ کرنے کو بولا اور بیڈ پر لیٹنے لگا۔

”اسی روم میں سوتی ہو نا بیڈ سنگل بھی چلے گا۔“ وہ معنی خیزی سے ہنسا۔

”ایسے کیسے سو سکتے ہیں؟“ وہ تو حواس باختہ ہی ہوگئی۔

”محترمہ میں بھی سوچ کے آیا ہوں' تمہیں لیے بغیر تو بالکل نہیں جاؤں گا۔“ وہ اس کی حالت سے مزہ لینے لگا۔

”اچھا چل رہی ہوں۔“ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ روہانسی ہو کے بول اٹھی۔ واصق کے ہونٹوں پر فتح مند مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”زبردستی نہیں جاؤ' تمہارا اس وقت دل کرے جب چلیں گے ذرا سسرال کے بھی دن رات کے مزے لے لوں گا۔“

”ہم نہیں رک رہے۔“ وہ پھر بولی۔

”کیوں کیا ہوا؟“ اس نے دربا کے چہرے پر نگاہ کی وہ نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔

”سوری مجھے بھی اتنا ہائپر نہیں ہونا چاہیے تھا آپ سے سب کہہ دیتی تو شاید یہ نوبت نہیں آتی۔“

”جو ہوا سو ہوا...... جلدی سے سامان پیک کرو اور گھر چلو۔“

”سوری......“ وہ شرمسار لہجے میں گویا ہوئی۔

”او کے لیکن آئندہ اس بات کا خیال رکھنا میری طرف سے بدگمان ہونے سے پہلے بات کلیئر کر لینا۔“ اس نے دربا کے دونوں ہاتھوں کو مسکرا کے پکڑا۔

”تم نے میرے اتنے اچھے دن خراب کیے ہیں ان کا حساب کون دے گا۔“ وہ معنی خیزی سے ان دنوں کو یاد کرنے لگا جب شادی ہوئی تھی۔

”ہم کیا دوبارہ ہنی مون پر نہیں جا سکتے۔“ وہ شرمائی شرمائی گویا ہوئی۔

”کیا پھر سے بولو۔“ واصق پر تو شادی مرگ طاری ہوگیا۔

”نبیلہ کے گھر رہیں گے۔“

”ہاں ٹھیک ہے اس سے بھی درگت بنوا لینا اپنے میاں کی۔“ وہ روہانسا ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

”نبیلہ کو میں خود کال کر کے بتاؤں گی۔“ وہ ہنسی۔

”سچ بتاؤ دل سے معاف کر دیا۔“ دربا نے اثبات میں سر ہلایا وہ ابھی کوئی کارروائی کرتا بابا کی کال آ گئی۔

”جی...... جی بابا جان مان گئی ہے آپ کی بہو۔“ وہ فوراً مودب بن گیا۔ دربا نے جھینپ کے واصق کے شانے پر سر رکھ دیا۔ واصق نے بات کر کے کال بند کی۔

”آپی...... ونیزہ آپی اور شہریار بھائی آئے ہیں۔“ اریبہ کی آواز پر وہ تیزی سے نکلا تھا۔

”یار جلدی آ جانا سامان سمیت۔“ یہ کہہ کر وہ نکل گیا۔ دربا کو ایسا لگا اس کے بے چین دل کو سکون مل گیا ہو۔ واصق کی کھلی محبت کے اظہار نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔ ساتھ ہی دل کی فضا مہکنے لگی تھی' چار سو روشنی جھلکنے لگی تھی۔

❀

PRIME URDU NOVELS